

محدث الیاس گھمن

فقہیہ
ماہنامہ

شمارہ نمبر 3

مارچ 2016

جلد نمبر 5

قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنا • انٹرنیشنل فقہی سیمینار



میدان فقہ کا بے تاج بادشاہ

دیبا

کارگزاریاں •

جلائے رکھنا



مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان

فقیہ
سرگودھا
ماہنامہ

شمارہ نمبر 3

مارچ 2016

جلد نمبر 5

معاون مدیر

مولانا
محمد کلیم اللہ حنفی

مدیر

مولانا
محمد الیاس گھمن

خط و کتابت کا پتہ

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر..... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر..... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

دفتر رسائل و جرائد
مرکز اہل السنۃ والجماعت
87 جنوبی سرگودھا

mag@ahnafmedia.com

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے
زرتعاون

سرکولیشن مینیجر

0332-6311808

صبح 8 تا 4 بجے شام



WhatsApp

+923062251253

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

فہرست

3 دیا جلائے رکھنا!

اداریہ

6 انٹرنیشنل فقہی سیمینار

رپورٹ : شاہنواز بدر قاسمی

16 من گھڑت اور غیر معتبر روایات

مفتی طارق امیر خان

29 قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنا؟

مفتی نجیب احمد قاسمی

33 میدان فقہ کا بے تاج بادشاہ

نوید احمد

49 سیرتِ نبوی کی معنویت

مولانا عبید الکبیر

54 ”کارگزاریاں“

57 عربی خطبہ جمعہ مقامی زبان میں

مولانا محمد نواز حذیفی

دیا جلائے رکھنا!

اداریہ

آزادی کی حقیقی روح دراصل نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا نام ہے۔ اسی غلامی میں سب کچھ ملتا ہے، یہاں تک کہ محبت الہیہ بھی اسے گلے لگا لیتی ہے۔ جس کی بدولت دنیا و آخرت دونوں سنور جاتی ہیں۔

جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا تمغہ ہمارے سینے پر سج رہا ہے گا اس وقت تک تہذیبوں کے طوفان ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ خدا نہ کرے اگر مسلم قوم نے لیلائے غلامی محمد کے رخ حسین تر سے رخ پھیر لیا تو محبت الہی، قہر الہی کا روپ دھار لے گی۔ اور پھر دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گی۔

غلامی محمد کا تذکرہ جب بھی زبان و قلم سے کیا جائے گا تو اولیاء اللہ، علمائے ربانین، مشائخ طریقت اور فرزندان اسلام کی گر انقدر خدمات کو ضرور ذکر کیا جائے گا۔ جن ناخداؤں نے ہر دور میں غیر اسلامی افکار و نظریات اور تہذیبوں کی منہ زور لہروں سے ناؤ اسلام کو تحفظ بخشا۔ بالخصوص پچھلی صدی عیسوی میں جب باطل افکار، غلط نظریات اور فرسودہ اور غیر اخلاقی تہذیبوں کے بھنور میں ناؤ اسلام ہچکولے لے رہی تھی قریب تھا کہ مسلم قوم نیرنگی زمانہ سے مرعوب ہو کر ہلاکت کے سمندر میں کود پڑتی۔

ایسے کڑے حالات میں اسلامی نظریات، ایمانیات، دینی اقدار، تہذیب و تمدن اور فکر و نظر کو زندہ اور باقی رکھنے کے لیے اسلام کی جلیل القدر مدبر قیادتوں نے ایسے قلعے تیار کیے جس میں اسلام کے اعتقادات، ایمانیات، تعلیمات، اخلاقیات اور

تہذیبی معاشرت کو پناہ میسر آئی۔

یہ ہمارے اسلاف و اکابر کی ہمہ جہتی کاوشیں تھیں جنہوں نے غلامی محمد کے مرکزی نقطہ کے گرد اقوام مسلم کے دائرے کو مکمل کیا اور باہمی عداوتیں، رنگ و نسل کا تفاخر و امتیازات، قومی و ملی منافرت سے چھٹکارا دیا۔ اور ان کے شیرازہ وحدت کو افتراق و انتشار کی دودھاری تلوار سے بچایا۔

وقت اپنے ساتھ انہی پہلے سے زیادہ پرخطر حالات کو لے کر ہمارے پاس آن پہنچا ہے آج پھر نظریات کا تصادم اور تہذیبوں کی یلغار ہر طرف نظر آرہی ہے۔ اسلامی نظریات اور اقدار و روایات کو بے وقعت ثابت کرنے کے لیے کئی غیر اسلامی سوچ کے حامل مذہبی اسکالرز میدان میں اتر چکے ہیں۔ جو اسلامی نظریات و افکار اور تہذیب و تمدن کے مسلمات کو شکوک و شبہات کی چکی میں پینے کے لیے اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور قوم مسلم سے علمی، عملی، روحانی، سیاسی، قومی اور تہذیبی ورثہ چھیننے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔

رہبران قوم کے بارے عدم اعتماد کی مسموم فضا قائم کر رہے ہیں، اغیار کے یہ پروردہ ہمیں غلامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مرکزی نقطہ سے توڑنا چاہتے ہیں۔ حالات کی سنگینی دور سابق سے زیادہ دور حاضر میں ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے کبھی مذہب کے نام پر ملک کو توڑنے کی مذموم سازشیں اور کبھی ملک کی آڑ میں مذہب سے دستبرداری کی ہلاکت خیز منصوبہ بندیاں۔

اے وطن عزیز کے باسیو! اپنی ملکی و دینی شناخت کو بھول نہ جانا۔ ملک ہماری جغرافیائی شناخت ہے دنیا بھر میں یہ خطہ ہماری پہچان اور ہمارے تحفظ کا ضامن ہے اور مذہب اسلام ہماری نظریاتی شناخت ہے اقوام عالم میں یہ مذہب ہماری پہچان اور دنیا و

آخرت کی تمام تر کامیابیوں کا اکیلا ضامن ہے۔

آؤ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا تمغہ پھر سے سینوں پر سجائیں جن کی تعلیمات میں جہاں خدائے بزرگ و برتر کی لاشریک و حدانیت، رسالت و ختم نبوت اور روز جزا پر ایمان لانا ہے۔ وہاں پر امن و عافیت، بھائی چارگی، اخوت و مروت، رواداری، عفو و درگزر، پیار محبت سے زندگی گزارنا بھی شامل ہے یہ سب کچھ غلامی محمد سے وابستہ ہے اور ہمیں ان کی ضرورت ہے اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی ساری کامیابیاں مضمر ہیں۔ اس لیے سفر کے ان تاریک راستوں میں دیا جائے رکھنا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق جالندھری کی رحلت:

ان اللہ وانا الیہ راجعون

معروف عالم دین حضرت مولانا محمد صدیق جالندھری شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام حسنات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور سینات سے درگزر فرمائے۔ آپ کے جانے سے ارباب علم و فضل میں ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی آخرت کی ساری منزلیں آسان فرمائے اور آپ کے ہزاروں شاگردان و فیض یافتگان کو آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

اس موقع پر ہم آپ کے اہل خانہ پسماندگان اور خیر المدارس ملتان کے تمام اساتذہ و طلباء بالخصوص مولانا قاری محمد حنیف جالندھری ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور مرحوم کے لیے دعا گو ہیں۔ اللہ ہم سب کو حضرت کے مشن کا پاسبان بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامی الکریم

انٹرنیشنل فقہی سیمینار

(منعقدہ 5 تا 7 فروری 2016ء بدر پور، آسام: انڈیا)

رپورٹ: شاہنواز بدر قاسمی

ہندوستان میں جدید مسائل کے شرعی حل کیلئے سرگرم معروف ادارہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا پچیسواں انٹرنیشنل فقہی سیمینار 5 تا 7 فروری 2016ء بمقام بدر پور آسام میں منعقد کیا گیا۔ اس عالمی سیمینار میں دارالعلوم دیوبند کے محدث و فقہ اکیڈمی کے صدر مولانا نعمت اللہ اعظمی، دارالعلوم ندوہ لکھنؤ کے مہتمم ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی، فقہ اکیڈمی کے جنرل سکریٹری مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی عبید اللہ اسعدی (باندہ)، مولانا عتیق احمد بستوی (لکھنؤ)، امیر شریعت کرناٹک مفتی اشرف علی باقوی، مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے مہتمم مولانا حشیم، دارالعلوم زاہدان (ایران) کے مولانا محمد قاسم، جمعیت علماء (ساؤتھ افریقہ) کے مولانا اشرف دوکرات، جمعیت علماء ہند کے مولانا رحمت اللہ کشمیری، امیر شریعت آسام مولانا طیب الرحمن، جامعہ علوم القرآن جمبوسر کے ناظم مفتی احمد دیولا، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ڈاکٹر زاہد علی خان، مفتی ثناء الہدی قاسمی امارت شریعہ بہار اور مولانا بدر الدین اجمل قاسمی (ایم پی) سمیت دنیا بھر کے تین سو سے زائد اسلامی اسکالرس و مفتیان کرام شریک ہوئے۔

سیمینار میں بحث و مباحثہ اور مقالات کی روشنی میں غور و خوض کے بعد مختلف موضوعات پر جو تجاویز منظور کی گئیں وہ پیش خدمت ہیں۔

تجاویز بابت: وحدت امت - اصول و آداب:

1: وحدت امت وقت کی ایک اہم ترین ضرورت اور دین حق کا اہم ترین مطلوب ہے اس وحدت کو نقصان پہنچانے والے اختلافات اس وقت کا بڑا مفسدہ ہے جس سے امت مسلمہ بد حال ہے، اختلاف کی وہ تمام صورتیں جو فطری اور محمود ہیں وہ ہر گز نقصان رساں نہیں، لیکن وہ بھی اگر شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ نہ ہوں تو وہ بھی امت کے لئے زہر ہیں۔ جو اختلافات مذموم ہیں وہ کتنے ہی اچھے جذبہ سے ہوں وہ بہر حال غیر شرعی ہیں۔ فقہی مسائل کے اختلافات میں جہاں اختلاف صرف افضل وغیر افضل اور رائج و مرجوح کا ہے ان میں اپنی رائے کو سراسر حق اور دوسری رائے کو سراسر باطل قرار دینا ہرگز درست نہیں ہے۔

جن مسائل میں اختلافات کی نوعیت حلال و حرام و جائز و ناجائز کی ہے وہ بھی چونکہ مجتہد فیہ مسائل ہیں اس لئے ان میں بھی دوسرے کے مسلک کی تغلیط اور اس کو مکمل باطل قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے اس طرح کے تمام مسائل کو عوامی نہ بنایا جائے انفرادی طور پر اپنا مسلک اور اس کے دلائل بیان کرنے میں مضائقہ نہیں، بلکہ بعض مواقع و ضرورت پر بہتر ہیں، لیکن دوسرے مسلک والوں میں ایسے مسائل پر گفتگو ہو تو انصاف و دیانت کے ساتھ ہر موقف کے دلائل بیان کئے جائیں۔ شخصیات کا احترام اور انداز کلام میں شرافت و متانت ملحوظ رکھی جائے۔

2: جن مسائل میں اختلاف کی نوعیت عقیدہ کی ہے ان میں اپنے عقیدہ کا اثبات، دلائل کی توضیح درست ہے لیکن دوسرے کو اشتعال دلانے والی طرز گفتگو سے اجتناب ضروری ہے، تبادلہ خیال میں اپنے مسلک کے مستدلات کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ اور تفصیلاً بیان کیا جائے۔ مگر دوسرے کی توہین تنقیص اور تشنیع سے پرہیز کیا

جائے، دوسرے کی طرف سے اگر نامناسب طرز کلام پایا جائے تو بھی اپنی طرف سے سنجیدگی و حدود کی رعایت برقرار رکھی جائے۔

3: جس فکری عقیدہ کو کوئی شخص گمراہی سمجھتا ہو لیکن ان کی بنیاد پر تکفیر کا قائل نہ ہو، ایسے فکری عقیدہ پر تنقید، اور جس فکری عقیدہ کو موجب کفر سمجھتا ہو اور اس کی بنیاد پر اس کے حاملین کو کافر قرار دیتا ہو اس پر تنقید، دونوں میں شرعی لحاظ سے فرق ہے۔ ایک موجب کفر ہے اور دوسرا موجب فسق و ضلالت، لہذا دونوں پر تنقید کے شرعی آداب و حدود میں بھی فرق ہو گا۔ موجب کفر فکر و عقیدہ پر تنقید کے جو آداب ہیں وہ درج ذیل ہیں:

الف: حتی الامکان ان کو کافر کہنے سے گریز کیا جائے اور احتیاط سے کام لیا جائے۔
 ب: دینی سماجی اور سیاسی مصالح و ضروریات کی بنا پر ان کے ساتھ تعاون جائز ہو گا۔ ج: مقصد صرف احقاق حق اور ابطال باطل ہو نفسانی اغراض اُس میں شامل نہ ہوں۔ د: فریق مخالف کی حمیت و تعصب کو بھڑکانے کی کوشش نہ کی جائے۔ غیر موجب کفر فکر و عقیدہ کے حدود و آداب مندرجہ ذیل ہیں:

الف: اعتدال و رواداری کا اظہار ہو۔ ب: لہجہ میں خیر خواہی، نرمی ہو اور انداز نا صحانہ ہو، گفتگو تلخ و ترش نہ ہو۔ ج: کسی کی نیت پر حملہ نہ ہو۔

4: اس وقت شیعہ سنی اختلافات تنازعات بھیانک شکل اختیار کر چکے ہیں اور ان کی بنیاد پر امت مسلمہ بدترین جنگ اور خونریزی میں مبتلا ہیں اور دشمنان اسلام نے منصوبہ بندی کر کے ہمارے ان اختلافات کو بھڑکا کر عالم اسلام میں تباہی مچا رکھی ہے۔ ایک فرقہ کے لوگ بے تحاشا دوسرے فرقے کے لوگوں کو قتل کر رہے ہیں، اور اس کو کارِ ثواب سمجھنے لگے ہیں۔ اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اور اس کو فساد فی

الارض سے تعبیر کرتا ہے۔ اس لئے اس وقت عالم اسلام کے مختلف ملکوں میں شیعہ سنی آویزش جو شکل اختیار کر چکی ہے اس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں اور اس خونریزی کو روکنے کے لئے مصالحتی کوششیں اور مذاکرات ہی واحد حل ہیں۔

5: دنیا کے جس کسی حصہ میں سنی اور شیعہ مشترک آبادیاں ہیں وہ پُر امن بقائے باہم کے ساتھ مشترکہ اقدار کی بنیاد پر زندگی گذاریں ایک دوسرے کی مقدس مذہبی شخصیت پر سب و شتم سے گریز کریں۔ باہمی منافرت اور جنگ و جدال کو روکنے کے لئے دونوں فرقوں کے علماء و مذہبی پیشواؤں کا اور اہل صلاح کا کلیدی کردار ہے۔ ممکنہ اسباب کے ذریعہ مصالحتی کوششیں اور مذاکرات بروئے کار لانے کی ان حضرات کی شرعی و اخلاقی ذمہ داری ہے۔

تجاویز بابت: بین مذہبی مذاکرات – اصول و آداب:

بین مذہبی مذاکرات اصول و آداب کے موضوع پر غور و خوض کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز بہ اتفاق مرتب ہوئیں:

1: مذہبی، سماجی اور سیاسی بنیادوں پر بین مذہبی مذاکرات کئے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ ان مذاکرات سے مسلمانوں کے مذہبی تصورات و عقائد متاثر نہ ہوں، اور ان کو رواداری، پُر امن بقاء باہم، دعوت دین، غلط فہمیوں کے ازالہ اور سماجی و سیاسی مشکلات کے حل کے لئے استعمال کیا جائے۔

2: مختلف مذاہب کے درمیان بعض قدریں مشترک ہیں، اس لئے مفید مقاصد کے لئے دیگر مذاہب کی کتابوں سے استفادہ اور حوالہ کی گنجائش ہے۔

3: دیگر اہل مذاہب کے مذہبی رسوم و اعمال میں شرکت جائز نہیں ہے۔

4: ہم آہنگی برقرار رکھنے اور فتنہ و فساد سے بچنے کیلئے عام حالات میں ایسے مباح

اعمال سے دست بردار ہونا درست نہیں جو مسلمانوں کی متواتر تہذیب کا حصہ ہیں۔
5: عقیدہ توحید و رسالت اقوام عالم کے سامنے پیش کرنا اور جملہ کفر و شرک کے رسوم و اعمال سے براءت کا اظہار کرنا مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے، البتہ اس بات کی پوری کوشش کی جائے کہ اظہار براءت کے ایسے طریقے اور اسالیب اختیار نہ کیے جائیں جن سے دیگر اہل مذاہب کی دل آزاری ہو۔

6: صحت مند انسانی معاشرہ کی تشکیل کے لئے مشترکہ سماجی مسائل جیسے غربت، کرپشن (بدعنوانی)، بے حیائی، عورتوں، مزدوروں اور سن رسیدہ افراد کے ساتھ زیادتی وغیرہ پر مختلف اہل مذاہب کے ساتھ مذاکرات وقت کی اہم ضرورت ہیں اور مسلمانوں کو اس میں حصہ لینا چاہئے۔

7: مسلمانوں کے دینی، قومی اور اجتماعی مفادات کے تحفظ کے لیے مختلف سیاسی جماعتوں، مذہبی تنظیموں اور شخصیات کے ساتھ بہ وقت ضرورت شرعی اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے مذاکرات کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

8: بین مذہبی مذاکرات کو ثمر آور بنانے کے سلسلہ میں درج ذیل اقدامات مفید ثابت ہو سکتے ہیں:

- الف: مذاکرات کی صلاحیت کے حامل مسلم اسکالرس کا ایک وفاق بنایا جائے۔
ب: ہر صوبہ کے ممتاز دینی مدارس اور جامعات میں تقابلی مطالعہ اُدیان و مذاہب پر خصوصی توجہ دی جائے، اور اس کے لیے ایک خاص شعبہ قائم کیا جائے۔
ج: ملک کی مختلف یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں میں قائم مذاہب وادیان کے شعبوں سے مسلسل رابطہ رکھا جائے اور ان سے استفادہ کی بھرپور کوشش کی جائے۔
د: مختلف اُدیان و مذاہب کے رہنماؤں کا ایک متحدہ پلیٹ فارم تشکیل دیا

جائے، جس کے اجتماعات و قفاو قفا ملک کے مختلف اہم علاقوں میں منعقد کیے جائیں۔
 ہ: ملک کی مختلف مذہبی تنظیموں اور اداروں سے براہ راست مذاکرات کا سلسلہ شروع کرنے کے عملی اقدامات کیے جائیں۔ و: مسلمانوں میں خدمت خلق کے رجحانات کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے، اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے رفاہی تنظیمیں (N.G.O) قائم کی جائیں اور اس غرض کے لیے قائم اداروں کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

تجاویز بابت: اسلام میں بوڑھوں اور کمزوروں کے حقوق:

اسلام ایک دن فطرت ہے جو اخلاق و آداب اور معاملات کی ایسی تعلیم دیتا ہے جو انسان کو انسانیت کی تکمیل تک پہنچا دیتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی مکارم اخلاق کی تعلیم ہے، اسلام کے عطا کیے ہوئے مکارم اخلاق کا ایک اہم عنصر معذورین اور سن رسیدہ لوگوں کی قدر و منزلت اور ان کے حقوق کی ادائیگی ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ معذوروں اور عمر رسیدہ لوگوں کی عزت اور ان کی ہر طرح کی ضرورتوں کا مکمل خیال رکھا جائے۔ اس تناظر میں اسلام فقہ اکیڈمی انڈیا کا یہ تاریخی سمینار اسلامی اور اخلاقی نقطہ نظر کو واضح کرتے ہوئے درج ذیل تجاویز منظور کرتا ہے:

(1) اگر انسان کے پاس مال ہو تو اصولی طور پر اس کا نفقہ خود اس کے اپنے مال

میں واجب ہے، البتہ بیوی کا نفقہ ہر حال میں شوہر پر واجب ہے۔

(2) اگر والدین تنگ دست ہوں تو اولاد کے ذمہ ان کا نفقہ واجب ہے، اولاد کے

لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے والدین کو کسب معاش پر مجبور کریں، اگرچہ والدین کسب

پر قادر ہوں۔

(3) دوسرے قریبی رشتہ داروں کا نفقہ و علاج اس وقت واجب ہوگا جبکہ تنگ دست ہونے کے ساتھ کسب سے بھی عاجز ہوں۔

(4) والدین اگر خود کفیل ہوں تو اولاد پر ان کا نفقہ واجب نہیں، لیکن اولاد کو چاہئے کہ اخلاقی طور پر والدین کی ہر جائز خواہش کو پورا کریں۔

(5) والدین کی خدمت اولاد کا فریضہ بھی ہے اور ان کے لئے دنیا و آخرت کی سعادت کا باعث بھی، ضرورت سے زائد معاش اور بلند معیار زندگی حاصل کرنے کے لئے خدمت کے محتاج والدین کو چھوڑ کر دوسرے شہر، دوسری ریاست یا دوسرے ممالک میں جانا اس وقت جائز ہوگا جبکہ والدین کے خدمت گار موجود ہوں اور والدین اس پر راضی بھی ہوں۔

(6) ساس اور سسر کی خدمت بہو پر شرعاً واجب نہیں ہے، لیکن شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے خدمت کرنا اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔

(7) ماں باپ کی خدمت بیٹا اور بیٹی دونوں پر واجب ہے۔

(8) اگر والدین بالکل مجبور ہوں یا ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوں کہ بیٹی کی خدمت کے محتاج ہوں اور بیٹی کے علاوہ کوئی خدمت گار نہ ہو تو ایسی صورت میں بیٹی والدین کی خدمت کرنی چاہئے، شوہر کو چاہئے کہ اس کی اجازت دے۔

(9) اولاد کا اپنے والد کو نکاح ثانی سے روکنا جائز نہیں ہے اور اگر باپ اپنی اس بیوی کے اخراجات کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو اس کی زوجہ ثانیہ (سوتیلی ماں) کا نفقہ بھی اس کی غنی اولاد پر واجب ہے۔

(10) والدین کی زندگی میں تقسیم جائیداد کا مطالبہ کرنا اولاد کا حق نہیں، والدین خود اپنی مرضی سے تقسیم کر کے مالکانہ تصرف دیدیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

11: (الف) اپنے بزرگ رشتہ داروں کو اپنے ساتھ رکھ کر خدمت کرنا یا بے وقت ضرورت دوسرے خدمت گار کے ذریعہ ان کی خدمت کرنا شرعی فریضہ ہے اس لئے اولڈ ایج ہوم اسلام کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں، البتہ بے سہارا لوگوں کے لئے ایسا اولڈ ایج ہوٹل جن میں شرعی تقاضے پورے ہوتے ہوں بنانے کی اور وہاں رکھنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ (ب) جو لوگ خود یا خدمت گار کے ذریعہ اپنے والدین کی خدمت کر سکتے ہیں، ان کے لئے بوڑھے والدین کو ان کی اجازت و مرضی کے بغیر ایسے ہاسٹل میں رکھنا جائز نہیں، البتہ اگر ضرورت کے تحت اور والدین کی اجازت و مرضی سے ان کو ہاسٹل میں رکھا جائے تب بھی اولاد پر واجب ہے کہ وہ مسلسل ان کی خبر گیری کرے، اور ان سے ملاقات کرتا رہے۔

(12) حکومت عمر رسیدہ لوگوں کو رعایتیں فراہم کرنے کے لئے جو عمر مقرر کرتی ہے اس عمر کو پہنچنے سے پہلے ان مراعات سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔

تجاویز بابت: اہل کتاب سے متعلق مسائل و احکام:

(1) اہل کتاب قرآن و حدیث کی ایک اصطلاح ہے اور عہد نبوت سے ہی اہل کتاب کا لقب یہود و نصاریٰ دو گروہوں کے ساتھ خاص ہے جمہور فقہاء بشمول متاخرین احناف نے اسی کو رائج قرار دیا ہے۔

(2) صائین کی تحقیق میں آراء انتہائی مختلف رہی ہیں اس لئے ان کا معاملہ هنوز مشتبہ ہے اس لئے کسی ایک رائے کو اختیار کرنا مشکل ہے۔

(3) یہود و نصاریٰ جب تک تورات و انجیل اور اپنے پیغمبر کے ماننے کے مدعی ہیں وہ قرآن و حدیث کی اصطلاح میں اہل کتاب کہلائیں گے، جو عیسائی یا یہودی جو منکر خدا اور مذہب بیزار اور وحی و پیغمبر کے سرے سے منکر ہیں وہ اہل کتاب کے ہرگز

مصدق نہیں، نکاح و ذبیحہ کے باب میں ان کا حکم اہل کتاب کا نہ ہو گا۔
(4، 5) بابی، بہائی، سکھ اور قادیانی خواہ نسلی ہو یا بذات خود ان مذاہب کو اختیار کیا ہو وہ اہل کتاب میں داخل و شامل نہیں۔

6: (الف، ب) کتابیہ سے نکاح فی نفسہ جائز ہونے کے باوجود موجودہ دور میں کسی بھی ملک میں کتابیہ سے نکاح عموماً مفاسد و مضرات سے خالی نہیں، لہذا مسلمانوں کو اس سے گریز کرنا چاہئے۔

(7) کسی کتاب کا آسمانی اور کسی انسان کا نبی و رسول ہونا یہ دونوں مسئلے اعتقادات سے متعلق ہیں اور اعتقادات کے لئے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروری ہے اور دیگر اقوام کی مذہبی کتابوں اور ان کے مقتداؤں کے نبی و رسول ہونے پر کوئی یقینی دلیل نہیں لہذا دیگر اقوام کی مذہبی کتابوں کا قرآن مجید کی بہت سی اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات میں محض موافقت کی وجہ سے ان کتابوں کے آسمانی کتاب ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا اسی طرح ایسی شخصیتوں کے پیغمبر ہونے کا بھی یقین نہیں کیا جاسکتا ہے جن کے بارے میں کتاب و سنت خاموش ہیں۔

8: (الف) ہمدردان قوم و ملت علماء و عوام پر لازم ہے کہ ایسے عصری معیاری تعلیمی اداروں کے قیام پر توجہ دیں جن میں عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی و اخلاقی تعلیم و تربیت کا بھی نظم ہو، جب تک ایسے اداروں کا نظم نہ ہو تو بدرجہ مجبوری ان اداروں میں جہاں اخلاقی و دینی عقائد کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو احتیاطی تدابیر کے نظم کے ساتھ تعلیم دلانے کی گنجائش ہے (ب) نان و نفقہ، حقوق زوجیت اور حسن معاشرت کے تعلق سے جو حقوق مسلمان بیویوں کے ہیں وہی حقوق کتابیہ بیویوں کے بھی ہیں محض کتابیہ ہونے کی بنا پر ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا اور چھوڑ کر بھاگ آنا

درست نہیں، ہاں اگر کتابیہ بیویوں کی رفاقت سے دین متاثر ہو رہا ہو تو پھر اس سے علیحدگی اختیار کرنا بھی ضروری ہے (ج) اگر زوجہ کتابیہ اپنے مذہب کے مطابق مذہبی رسوم انجام دینا چاہے تو شوہر اس حد تک اس سے چشم پوشی سے کام لے گا کہ جس کا ضرر خود پر یا اپنے بچوں پر نہ پڑے (د) غیر مسلم رفاہی اداروں میں خدمت کرنے اور ان سے استفادہ کرنے میں مسلمانوں کو احتیاط برتنا چاہئے اگر ان اداروں میں کسی ملازم کے ذمہ کوئی ایسا کام سپرد کیا جائے یا فرض وغیرہ سے استفادہ کے نتیجہ میں کوئی ایسا کام کرنا پڑے جس میں عیسائیت کے مشن کی اعانت یا ترویج ہو یا باطل عقائد و نظریات سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی خدمت سے انکار واجب ہے اور استفادہ جائز نہیں۔

ملی و سماجی مسلم تنظیموں کی یہ ذمہ داری ہے کہ متبادل نظام پر توجہ دیں۔

تجاویز بابت: طلاق غضبان

ایک اہم موضوع طلاق غضبان کا ہے یعنی حالت غضب میں دی گئی طلاق کا حکم کیا ہے؟ کافی غور و خوض کے بعد شرکاء سیمینار جس نتیجہ پر پہنچے وہ درج ذیل ہے:

1: نکاح ایک ایسا رشتہ ہے جس میں شرعاً دوام و استحکام مطلوب ہے، اور جن باتوں کی گنجائش رکھی گئی ہے، ان میں طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل ہے، جس کا بہ وقت ضرورت ہی استعمال کرنا چاہئے، لہذا شوہر کو چاہئے کہ غصہ کی حالت میں اپنے دل و دماغ پر قابو رکھے اور طلاق کے الفاظ زبان پر لانے سے احتراز کرے۔

2: غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق شرعاً واقع ہوگی، البتہ اگر غصہ جنون کی حد تک پہنچ گیا ہو اور شوہر غصہ کی حالت میں دماغی توازن کھو چکا ہو، اسے یہ معلوم نہ ہو کہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا کر رہا ہے تو ایسی حالت میں اس کا حکم مجنون کا ہو گا اور اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

من گھڑت اور غیر معتبر روایات بنیادی عوامل اور ان کے سدِّ باب کی راہیں

مفتی طارق امیر خان

شریعتِ غزّاء میں احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مصدر ثنائی کی اساسی حیثیت حاصل ہے، جس میں نقب زنی سے حفاظت کا انتظام عہد رسالت کی ابتداء ہی سے کر دیا گیا تھا، اور یہ صیانت و حفاظت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا نتیجہ تھی:

”مَنْ كَذَبَ عَلَى مُتَعَدٍّ أَفْلَيْتَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“۔ (۱)

ترجمہ: ”جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔“

جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہر دم خوفزدہ رہتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور، ہمہ وقت اُن کی نگاہوں کے سامنے رہتا تھا، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اسی کیفیت کو علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اِن لفظوں میں بیان کیا ہے:

”سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان، محافل صحابہؓ میں اتنی شہرت اختیار کر گیا تھا کہ آج بھی کتبِ حدیث میں سو سے زائد ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام محفوظ ہیں، جن سے یہ روایت مسنداً (سند کے ساتھ) منقول ہے“۔ (۲)

اگر ان تمام طرق اور روایات کو بنظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہمہ گیری میں اپنی نظیر نہیں رکھتا، کیونکہ جہاں

ابتدائے نبوت کی خفیہ مجالس میں اس حدیث کی سرگوشیاں تھیں، وہاں اِکمال نبوت یعنی خطبہ حجۃ الوداع کے عظیم اجتماع میں بھی اسی اعلان کی گونج تھی، جہاں عشرہ مبشرہ اس روایت کو نقل کر رہے ہیں، وہاں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے عام و خاص بھی اس کو دُہرا رہے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم میں جس طرح یہ ارشاد زبان زد عام تھا، صحابیات رضی اللہ عنہن کی مجالس بھی اس فرمان سے مزین تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کا اثر تھا کہ جب ذخیرہ احادیث میں من گھڑت اور ساقط الاعتبار روایات کے ذریعے رخنہ اندازی کی مذموم کوششیں شروع ہو گئیں، تو محدثین کرام نے احادیث کے صحت و سقم کے مابین ”اسناد“ کی ایسی خلیج قائم کر دی، جس کی مثال اُمم سابقہ میں ملنا محال ہے، محدثین کرام نے احادیث کو خس و خاشاک سے صاف کرنے کے لئے یہی ”میزانِ اسناد“ قائم کی، جس کے نتیجے میں حدیث کے مبارک علوم وجود میں آتے رہے، ضعیف اور کذاب راویوں پر مستقل تصانیف کی گئیں، انہی متقدمین علماء نے کتب العِلل میں ساقط الاعتبار (غیر معتبر) احادیث کو واضح کیا، علماء متاخرین نے بھی باقاعدہ مُستہسرات (زبان زد عام روایات پر مشتمل کتابیں) ساقط الاعتبار اور من گھڑت روایات پر کتابیں لکھیں۔

چنانچہ ہر زمانے میں احادیث کا ذخیرہ محفوظ شاہراہ پر گامزن رہا، غرضیکہ روئے زمین پر جہاں کہیں اسلام کا سورج طلوع ہوا ہے، وہ حدیث کے محافظین خود ساتھ لایا ہے۔

پاک و ہند میں من گھڑت روایات اور اُن کا سدّ باب:

اگر ہم اپنے خطے برصغیر پاک و ہند کا جائزہ لیں، تو موضوعات کی روک تھام میں سرفہرست علامہ ابوالفضل الحسن بن محمد صانغانی لاہوری کا نام نظر آتا ہے، آپ

۵۷۷ھ لاہور (پاکستان) میں پیدا ہوئے، اور حدیث و لغت کی دیگر خدمات کے ساتھ، خود ساختہ روایات پر دو گراں قدر کتابیں لکھی:

۱۔ الدُرُّ الْمُنْقَطُ فِي تَبْيِينِ الْغَلَطِ

۲۔ موضوعات الصَّغَانِي

من گھڑت روایات کے بنیادی عوامل :

پاک و ہند میں من گھڑت اور باطل روایات کا مطالعہ بہت سے سوالات کو جنم دیتا ہے، جن میں یہ نکتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں وہ کونسے قدیم بنیادی طبقات ہیں، جو یہاں خود ساختہ روایات کی ترویج میں راہ ہموار کرتے رہے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں سب سے قدیم تحریر علامہ صاغانیؒ ہی کی ملتی ہے، جس سے ہمیں بڑی حد تک اس مسئلے کے جواب میں رہنمائی ملتی ہے، چنانچہ علامہ صاغانیؒ ”الدُرُّ الْمُنْقَطُ“ (۳) میں اپنی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَقَدْ كَثُرَتْ فِي زَمَانِنَا الْأَحَادِيثُ الْمَوْضُوعَةُ بِرُويَا الْقِصَاصِ عَلَى رُؤُوسِ الْمَنَابِرِ وَالْمَجَالِسِ، وَيَذْكُرُ الْفُقَرَاءُ وَالْفُقَهَاءُ فِي الْخَوَاصِّ وَالْمَدَارِسِ، وَتَدَاوَلَتْ فِي الْمَحَافِلِ، وَاشْتَهَرَتْ فِي الْقَبَائِلِ، لِقِلَّةِ مَعْرِفَةِ النَّاسِ بَعِلْمِ السُّنَنِ، وَانْجَرَأَ أَفْهَمُ عَنِ السُّنَنِ.“

اس عبارت میں امام صاغانیؒ نے موضوعات اور غیر معتبر روایات کی اشاعت میں ملوث چند عوامل کا ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

۱۔۔۔ قصہ گو بر سر منبر اور مجالس عامہ میں، من گھڑت روایتیں بیان کرتے تھے، ایسے ہی جاہل صوفیاء اور جاہل فقہاء کی مجالس بھی ان باطل مرویات سے پُر تھیں۔

2۔۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ یہ خود ساختہ عبارتیں ملتِ اسلامیہ کے ہر طبقے اور قبیلے میں رواج پاتی رہیں، اور یہی کلام، مجالس کی زینت بنتا رہا، بالآخر موضوعات کی یہ گرم بازاری پورے معاشرے میں سرایت کر گئی۔

3۔۔ اس شرعی اغلط کا باعث صرف معرفتِ حدیث سے دوری تھی۔

وضائعین کی اقسام اور ان کے مذموم مقاصد:

علامہ صاغانیؒ کا گزشتہ اقتباس ہماری قدیم خستہ حالی کی جیتی جاگتی تصویر ہے، جس میں مذکور طبقات ہمارے سابقہ سوال کا اجمالی جواب ہیں، مزید وضاحت کے لئے ہم علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کے اس مقدمے (۴) کو بہت ہی معاون پاتے ہیں، جس میں انہوں نے حدیث گھڑنے والوں کی اغراض و مقاصد بتاتے ہوئے، انہیں کئی اقسام پر تقسیم کیا، ان اقسام سے ہم بخوبی یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں وہ کون سے حلقے، افراد اور گروہ ہیں، جن کے ہاں موضوع روایات کا ایک بڑا ذخیرہ جنم لیتا رہا ہے، بالفاظ دیگر یہ روایات انہیں کے راستے سے مشہور ہوئیں۔

۱۔ زنادقہ:

زنادقہ، ان کا مقصد اُمت میں رطب و یابس پھیلا کر شریعت کو مسخ کرنا ہے، علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے اس عنوان کے تحت پاک و ہند کے ”فرقہ نیچریہ“ اور اُن کے گمراہ کُن عقائد کا ذکر کیا ہے، آپ نے یہ وضاحت بھی کی ہے کہ یہ فرقہ نصوصِ شریعہ میں تحریف (تبدیلی) لفظی و معنوی کا مرتکب رہا ہے۔

۲۔ مؤیدین مذہب:

دوسری قسم اُن افراد کی ہے، جنہوں نے اپنے مذہب اور موقف کی تائید

میں روایتیں گھڑیں، اس عنوان کے تحت علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے حدیث میں خوارج کے طریقہ واردات کو بیان کیا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ بعض خوارج نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ ہم نے اپنے موقف اور رائے کو ثابت کرنے کے لئے بہت سی احادیث گھڑی ہیں۔ یہاں برصغیر پاک و ہند میں موجود اہل سوء اور بدعتیوں کا ذکر بھی بر محل ہے، جنہوں نے اس خطے میں بہت سی مُحَدَّثَات (دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا) اور بدعات کو سند جواز فراہم کی، اور اپنی اختراعات کے ثبوت میں، من گھڑت اور ساقط الاعتبار روایتوں کا سہارا لیا۔

۳۔ اصلاح پسند افراد:

تیسرا طبقہ اُن افراد کا ہے، جنہوں نے لوگوں کی اصلاح کے خیال سے ترغیب و ترہیب کی احادیث گھڑیں۔ اس میں علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے ایک دلچسپ مثال بیان کی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ پاک و ہند کے بعض اصلاح پسند لوگوں نے تمباکو نوشی سے زجر و وعید پر مشتمل احادیث وضع کی ہیں، پھر موصوف نے اس مضمون پر مشتمل و ضامین کی آٹھ ایسی روایتیں لکھیں، جو سب کی سب جعلی ہیں۔

۴۔ طبقہ جہلاء:

چوتھی قسم اُن لوگوں کی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہر امر خیر، اقوال زریں وغیرہ کا انتساب، جائز سمجھتے ہیں، حالانکہ معتبر سند کے بغیر اس طرح انتساب کرنا ہرگز جائز نہیں۔

۵۔ اہل غلو:

ایک قسم اُن لوگوں کی ہے، جو عقیدت و محبت میں افراط و غلو کا شکار ہو جاتے

ہیں، اور اہل بیت، خلفائے راشدین، ائمہ کرام اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے باطل، بے اصل مضامین مشہور کر دیتے ہیں۔

۶۔ واعظین:

چھٹا طبقہ ان قصہ گو واعظین کا ہے جو جعلی غرائبِ زمانہ سنا کر عوام سے دادِ تحسین وصول کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ رہا کہ یہی طبقات اور افراد، خطہ ہندوپاک میں حدیث کی جعل سازی کا بیڑا اٹھائے رہے ہیں، بلکہ اس تفصیل کے بعد ہم بصیرت سے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہمارے گرد و پیش ایسی بہت سی ہم معنی باطل احادیث پھیلی ہوئی ہیں، جو بلا تردد انھیں خاص طبقات کی مذموم کوششوں کا نتیجہ ہے۔

پاک و ہند میں تکاسل حدیث اور اس کے اسباب:

اگرچہ برصغیر پاک و ہند میں زبانِ رُذعامِ روایات کی تنقیح بجا طور پر ہوتی رہی ہے، لیکن پھر بھی یہ سوال، جواب کا مستحق ہے کہ پاک و ہند میں، افرادِ اُمت عام طور پر احادیث میں صرف سطحی ذہن رکھنے والے ہیں، اور اکثر احادیث کی چھان بین کو خاطر میں نہیں لایا جاتا، آخر، حدیث کے عنوان سے مزاجوں میں حساسیت اتنی مدہم کیوں رہی ہے؟

تلاشِ بسیار کے بعد پاک و ہند کی قابلِ فخر شخصیت علامہ عبدالغزیز فرہارویؒ (۱۲۳۹ھ) کی عبارت میں اس مُعمّہ کا حل مل گیا۔

علامہ عبدالغزیز فرہارویؒ نے ”کوثر النبی و زلالِ حوضہ الرّوی“ (۵) میں

ایک مقام پر بعض ایسی کتب تفسیر، کتب زہد، کتب اُوراد وغیرہ کا تذکرہ کیا، جن میں مقدوح اور غیر معتبر احادیث بھی ہیں، پھر ان کتابوں میں موجود ساقط الاعتبار احادیث کے اسباب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَالسَّبَبُ أَنَّهُ قُلُّ اشْتِغَالِهِمْ بِصَنَاعَةِ الْحَدِيثِ، وَأَنَّهُمْ اعْتَبَدُوا عَلَى الْمَشْهُورِ فِي الْأَسِنَّةِ مِنْ تَحْسِينِ الظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ وَأَنَّهُمْ اخْتَدَعُوا بِالْكَتُبِ الْغَيْرِ الْمُتَقَرَّحَةِ الْحَاوِيَةِ لِلرُّطْبِ وَالْيَابِسِ، وَأَنَّهُ لَمْ يَبْلُغَهُمْ وَعَيْدُ التَّهَانُوتِ فِي رَوَايَةِ الْحَدِيثِ، وَأَيْضاً مِنْهُمْ مَنْ يَعْتَبِدُ عَلَى كُلِّ مَا أُسْنِدَ مِنْ غَيْرِ قَدْحٍ وَتَعْدِيلٍ فِي الرُّوَاةِ.“

”ان کتب میں رطب ویاہس احادیث کی (وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں کے مصنفین فن حدیث سے کم اشتغال رکھتے ہیں، اور مسلمان سے حسن ظن رکھتے ہوئے، زبان زد عام روایتوں پر بھروسہ کر لیتے ہیں) حالانکہ ایسا اعتماد صرف ماہر فن پر ہی کیا جاسکتا ہے، نہ کہ حدیث میں کم اشتغال رکھنے والے پر) اور یہ مصنفین رطب ویاہس پر مشتمل، غیر منقح کتابوں سے دھوکے میں پڑ جاتے ہیں، اور (ان کے بارے میں یہی حسن ظن ہے کہ) ان مصنفین کو حدیث نقل کرنے میں تہاون (حقیر سمجھنا) کی وعید نہیں پہنچی ہوگی، اور بعض مصنفین سند کے راویوں کی جرح و قدح دیکھے بغیر، ہر سند والی روایت پر اعتماد کر لیتے ہیں۔“

اسباب تکاسل کا جائزہ :

دراصل علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ نے جن کتب حدیث و تفسیر وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے، یہ کتب برصغیر میں ممتاز اول اور مروج ہیں اور ان کتابوں کے مؤلفین کی جلالت اور علو شان بلاشبہ مسلم ہے، لیکن اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان

مؤلفین کا فن حدیث میں اشتغال ناقص رہا ہے، چنانچہ صاحب کتاب کی یہ کمزوری عوام میں بھی سرایت کرتی رہی اور احادیث موضوعہ معاشرے میں پھیلتی رہیں، بہر حال ذیل میں ہم مولانا عبد العزیز فرہاروی رحمہ اللہ کے بیان کردہ نکات اور ان سے ماخوذ نتائج کا جائزہ لیتے ہیں۔

فن حدیث میں اشتغال کی کمی:

ان مصنفین کی تالیفات میں رطب و یابس روایات کی ایک وجہ یہ ہے کہ ان مؤلفین نے علوم حدیث سے ایسا اشتغال نہیں رکھا، جس سے ان میں اصول حدیث کے مطابق، حدیث کے رد و قبول کا مکملہ اور اسے پرکھنے کی قابلیت پیدا ہو جاتی۔ حتیٰ کہ ہمارے زمانے میں بھی معتد بہ تالیفات اس بات کی مقتضی ہیں کہ ان کے مؤلفین احادیث کے معاملے میں محض تحویل (حوالہ دینا) پر اکتفاء نہ کریں بلکہ حسب ضرورت اس بات کا پورا اطمینان حاصل کریں کہ یہ حدیث، معتبر سند سے ثابت ہے۔

محض حسن ظن کی بناء پر، روایات پر اعتماد :

ان کتابوں میں باطل اور بے اصل روایتوں کے شیوع کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان مصنفین کے نفوس قدسیہ ہر مسلم کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے، اور زبان زد عام روایتوں کو حسن ظن کی بناء پر بلا تحقیق قبول کر لیتے تھے۔

واضح رہے کہ اس مقام پر مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے حدیث میں اعتماد کا مدار صرف ماہرین فن ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص صناعت حدیث میں مہارت نہیں رکھتا ہو، تو ایسے شخص پر بلا تحقیق حسن ظن سے اعتماد نہیں کیا جاسکتا (۶)

تہاؤن حدیث پر وعید سے نا آشنائی :

ان کتب میں قابلِ ردِّ مواد کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات تہاؤن حدیث (یعنی روایت حدیث میں پوری احتیاط سے کام نہ لینا) کی وعیدوں سے واقف نہیں ہوں گے، بلاشبہ ان حضرات کی علوّ شان اسی حسنِ ظن کی مقتضی ہے، البتہ اس تہاؤن سے اجتناب کی اہمیت اپنی جگہ ہے، خاص طور پر عوامی حلقوں میں اس کی ضرورت بڑھ جاتی ہے کہ ملتِ اسلامیہ کا ہر فرد یہ محسوس کر رہا ہو کہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات ہرگز منسوب نہ کروں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو، تاکہ مَنْ کَذَبَ عَلَیِّ مُتَعَمِّدًا۔۔۔ کا مصداق بننے سے بچ جاؤں، ورنہ یہی تہاؤن نہ صرف غیر مستند روایات کو پھیلانے میں کام آتا ہے بلکہ ان روایتوں کو تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔

تحقیق کا فقدان :

ان تالیفات میں جو احادیث مُسْنَد (سند والی روایات) تھیں، ان میں اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کہ فنِ جرح و تعدیل کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے، تاکہ قابلِ احتراز روایتیں ظاہر ہو جائیں۔

ایک اہم فائدہ:

اگر ہم بھی اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں، تو ہم دیکھتے ہیں کہ علم الروایہ (علم حدیث) میں ہماری منتہی صرف سند حدیث پانا ہے، اس کے بعد ہم کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، حالانکہ صاحبِ کتاب سند بیان کر کے ایک حد تک اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے، اب اگلا مرحلہ ہم سے متعلق ہے کہ ہم حسبِ ضرورت،

مقدمین اصحاب تخریج اور ائمہ علل کی جانب رجوع کریں، اور روایات کے قابلِ تحمل (روایت لینا) ہونے کا پورا اطمینان حاصل کریں۔

حاصل کلام:

سابقہ اسباب تکاسل خطہ پاک و ہند میں موضوعات کی اشاعت اور ان کی ترویج میں انتہائی مؤثر رہے ہیں، بلکہ اگر ان اسباب کے سدباب کے لئے اکابرین کے طرز پر عملی اقدامات جاری رکھے جائیں تو کافی حد تک اس ساقط الاعتبار ذخیرے کی روک تھام ہو سکتی ہے۔

من گھڑت روایات کے سدباب میں علماء پاک و ہند کی خدمات:

سابقہ اقتباسات سے ہمیں من گھڑت روایات کی اشاعت میں ملوث بہت سے گروہوں اور طبقات کا بخوبی علم ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ ان کی اغراض، افکار، اور طریقہ کار بھی وضاحت سے سامنے آگیا، لیکن واضح رہے کہ ایسا ہر گز نہیں ہوا کہ عمائدین امت نے اس فتنے کے سدباب کے لئے اپنی خدمات پیش نہ کی ہو، بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر پاک و ہند پر ایسے شب و روز بھی آئے ہیں، جن میں صیانتِ حدیث کا تاج، علماء برصغیر کے سر رہا ہے، چنانچہ علامہ زاہد الکوشی فرماتے ہیں :

”دسویں صدی ہجری کے نصف آخر میں جب کہ علم حدیث کی سرگرمیاں ماند پڑ گئی تھیں، برصغیر میں یہ سرگرمیاں عروج پر تھیں“ (۷)۔

گویا کہ یوں کہنا چاہیے کہ اس وقت عالم اسلام کی سربراہی کی سعادت برصغیر کو حاصل رہی ہے، بہر حال یہاں ہم پاک و ہند کے اُن چند مشہور مشائخ کا مختصر تذکرہ کریں گے، جنہوں نے زبان زد عوام و خواص، روایات کی حقیقت واضح کی، اور ذخیرہ احادیث میں تنقیح کی خدمات انجام دیں۔

۱۔ امام رضی الدین ابو الفضائل الحسن بن محمد (المتوفی ۵۷۷ھ)

آپ کی تالیف ”الدُرُرُ الْمُتَقَطَّةُ“ اور ”رسالة موضوعات الصَّغَانِي“ کا شمار فن ہذا کے اولین مصادر میں ہوتا ہے۔ مشہرات پر مشتمل شاید ہی کوئی کتاب موصوف اقوال کے سے خالی ہو۔

۲۔ ملک المحدثین علامہ محمد طاہر صدیقی پٹنی (المتوفی ۹۸۶ھ)

آپ نے اس فن میں ”تذکرۃ الموضوعات“ اور ”قانون الموضوعات“ لکھیں، بلاشبہ مشہرات کا یہ مجموعہ ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳۔ امام علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی الشہیر بمر قضي (المتوفی ۱۲۰۵ھ)

آپ نے ”إِشْخَافُ السَّادَةِ الْمُتَّقِينَ“ میں ”إِحياء علوم الدین للغزالی“ کی احادیث پر، تخریج و تشریح میں محدثانہ شان کا مظاہرہ کیا ہے، اہل علم طبقہ بالخصوص پاک و ہند میں اس سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔

۴۔ امام عبدالعزیز بن احمد فرہاروی (المتوفی ۱۲۳۹ھ)

آپ نے تقریباً ۲ ہزار موضوع اور زبان زد عام روایتوں پر مشتمل مجموعہ تیار کیا ہے، فی الحال یہ مخطوط ہے۔ آپ کے بارے میں مولانا موسیٰ خان روحانی بازی فرماتے ہیں کہ اگر میں اس بات پر قسم کھاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے سرزمین پنجاب کو جب سے وجود بخشا ہے، ان جیسی کسی دوسرے شخصیت نے یہاں جنم نہیں لیا، تو میں حانث نہیں ہوں گا (۸)۔

۵۔ علامہ ابو الحسنات محمد عبدالحی لکھنوی (المتوفی ۱۳۰۴ھ)

آپ کی شخصیت اور حدیثی خدمات، محتاج تعریف نہیں ہے، اس فن میں آپ نے ”الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة“ کے نام سے یادگار چھوڑی ہے۔

۶۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (المتوفی ۱۲۸۰ھ / ۱۳۶۲ھ)

آپ امراضِ امت کی پہچان اور اس کے علاج میں وَہبی بصیرت رکھتے تھے، آپ نے پاک و ہند میں مُتَمَدَّأُولِ مَنْ گھڑت، بے اصل روایتوں کا سدِّ باب عملاً بھی کیا اور عوام کو بھی اس سے اجتناب کی طرف توجہ دلائی، چنانچہ بہشتی زیور، حصہ دہم میں یہ عنوان قائم کیا ہے: ”بعضی کتابوں کے نام جن کے دیکھنے سے نقصان ہوتا ہے“ اس عنوان کے تحت ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”دعائِجِ العرش، عہد نامہ یہ دونوں کتابیں اور بہت سی ایسی ہی کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی دعائیں تو اچھی ہیں، مگر ان میں جو سندیں لکھی ہیں، اور ان میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے لمبے چوڑے ثواب لکھے ہیں، وہ بالکل گھڑی ہوئی باتیں ہیں“ (۹)۔

اسی طرح حضرت تھانویؒ اس بات سے بھی بخوبی واقف تھے کہ سلوک و تصوُّف کی مجالس میں ایک معتد بہ تعداد بے اصل روایتوں کی ہیں، چنانچہ آپ نے ”التَّشْرِفُ بِمَعْرِفَةِ أَحَادِيثِ التَّصَوُّفِ“ میں ایسی بہت سی روایات پر روایتی اور درایتی پہلوؤں سے بحث کی ہے، جو درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔

ایک اہم التماس:

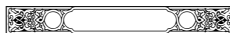
یہ مختصر اور محدود مقالہ اس کی مزید گنجائش رکھنے سے قاصر ہے کہ ہم اکابرینِ پاک و ہند کی متعلقہ موضوع میں تاریخی خدمات سے تفصیلی بحث کریں، البتہ اگر کوئی فرد علامہ عبد الحمٰی الحسینیؒ کی تصنیف ”نزہۃ الخواطر و ہجۃ المسامع والتواظر“ کو سامنے رکھ کر ان محدثینِ کرام کی خدمات کو جمع کرے، جنہوں نے باطل اور من گھڑت روایتوں کا تعاقب کیا ہے، تو یہ کام نہ صرف ہماری اسلاف کے منہج کی جانب

رہنمائی کرے گا بلکہ ملک بھر میں پھیلے ہونے اُن مخطوطات کی جانب بھی رہنمائی کرے گا جو آج دیمک اور گرد و غبار سے تحلیل ہوتے جا رہے ہیں، بلاشبہ نئی تحقیقات، شروحات، تسہیلات وغیرہ ناگزیر تالیفات ہیں، لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ آج جن مخطوطات کو ہم محفوظ کر سکتے ہیں، کل ان کا نام ”حَسْرَتِ زمانہ“ کی فہرست میں شامل کر دیا جائے۔



حوالہ جات اور مآخذ:

1. الجامع الصحیح للبخاری: باب اِثْم من کذب علی النبی ﷺ ۱/ ۳۳، رقم الحدیث: ۱۰۷۰
2. اللآلی المصنوعہ: ص: ۳۵، ت: محمد عبد المنعم رانج، دار الکتب العلمیہ بیروت
3. الدرر الملتقط: بحوالہ مجلہ ”فکر و نظر“، ص: ۷۶
4. الآثار المرفوعة: ص: ۱۲، دار الکتب العلمیہ بیروت.
5. کوثر النبی و زلال حوضہ الرّوی (فن معرفۃ الموضوعات): ص: ۱۰۸، المخطوط، نسخۃ العلامة عبد اللہ الوہبّاری (۱۲۸۳ھ).
6. الآثار المرفوعة: ص: ۱۹، دار الکتب العلمیہ بیروت.
7. مقالات الکوثری: ص: ۶۷، دار السلام مصر، الطبعة الثانیة ۱۴۲۸ھ.
8. بغیۃ الکامل السامی فی شرح المحصول والحاصل للجای: ص: ۲۲۷
9. بہشتی زیور: ص: ۷۰۴، دار الاشاعت، ایم اے جناح روڈ، اردو بازار کراچی.



قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنا؟

مفتی نجیب احمد قاسمی

قسطوں پر خرید و فروخت کا مطلب ہوتا ہے کہ سامان پر قبضہ تو فوراً ہو جائے لیکن سامان کی پوری یا بعض قیمت کی ادائیگی چند متعین قسطوں پر کی جائے، جن کی ادائیگی کا وقت اور رقم طے کر لی جائے۔ صحیح بخاری (۲۰۶۸) اور صحیح مسلم (۱۶۰۳) کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک یہودی سے اپنی زرہ رہن میں رکھ کر جو (Barley) ادھار خریدے۔ یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ قیمت کی ادائیگی کو مؤخر کر کے یعنی ادھار خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔ قسطوں پر کوئی سامان خریدنے کے لئے بھی قیمت کی ادائیگی مؤخر کی جاتی ہے، جس میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ مستقبل میں قیمت کی ادائیگی کس طرح ادا کی جائے گی۔

شرعی حکم میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ادھار کی قیمت ایک قسط پر ادا کی جائے یا متعدد قسطوں میں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور کہنے لگیں کہ میں نے اپنے مالکوں سے ۹ اوقیہ چاندی پر مکاتبت کر لی ہے۔ شرط یہ ٹھہری ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی انہیں دیا کروں گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معاوضہ قسطوں پر ادا کیا جاسکتا ہے۔

ان دونوں احادیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ کسی سامان کی قیمت ادھار خواہ ایک قسط میں یا متعدد قسطوں میں وصول کی جاسکتی ہے لیکن ان احادیث میں وضاحت کے ساتھ یہ مذکور نہیں ہے کہ ادھار کی صورت میں قیمت زیادہ وصول کرنا جائز ہے یا

نہیں۔ اس وجہ سے علماء کے درمیان مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہوا۔ علماء کی ایک چھوٹی سی جماعت کی رائے ہے کہ قیمت زیادہ کر کے قسطوں پر خرید و فروخت کرنا سود ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے۔ لیکن جمہور فقہاء و علماء جن میں چاروں ائمہ (حضرت امام ابو حنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ) بھی ہیں، نے قسطوں پر قیمت زیادہ کر کے خرید و فروخت کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ چاروں مذاہب کی ایک ایک مستند کتاب کی عبارت حوالہ کے ساتھ پیش ہے:

ادھار کی وجہ سے قیمت زیادہ کی جاسکتی ہے۔

(بدائع الصنائع ۵/ ۱۸۷)

وقت کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

(بدایہ المجتہد ۲/ ۱۰۸)

پانچ نقد کو چھ ادھار کے بدلہ میں کیا جاسکتا ہے۔

(الوجیز للغزالی ۱/ ۸۵)

ادھار قسطوں پر قیمت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۹/ ۴۹۹)

جمہور فقہاء و علماء نے سورۃ البقرہ آیت ۲۷۵ اور سورۃ النساء آیت نمبر ۲۹ سے استدلال کیا ہے کہ عمومی طور پر خرید و فروخت جائز ہے الا یہ کہ قرآن و حدیث میں خرید و فروخت کی کسی خاص شکل کی ممانعت واضح طور پر موجود ہو۔ قیمت میں اضافہ کر کے قسطوں پر سامان خریدنا بھی خرید و فروخت کی ایک شکل ہے جس کو قرآن و حدیث میں منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ جواز کی تائید کے لئے احادیث مبارکہ موجود ہیں۔

جمہور علماء کی تیسری دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری (۲۰۸۶) میں ہے کہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو (مدینہ کے) لوگ پھلوں میں ایک سال اور دو سال کے لئے بیع سلم کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بھی کھجور میں بیع سلم کرے اسے متعین بیانے یا متعین وزن کے ساتھ کرنی چاہئے۔

وضاحت: بیع سلم ایسی خرید و فروخت ہے جس میں قیمت پہلی دے دی جاتی ہے اور وہ سامان جو فروخت کیا گیا ہے بعد میں حوالہ کیا جاتا ہے، یعنی اصل مال کی غیر موجودگی میں خرید و فروخت ہو جاتی ہے۔ اسی لئے یہ ضروری ہے کہ مقدار، جنس، اصل مال اور جس جگہ و مقام پر وہ مال خریدار کے حوالہ کیا جائے گاسب کی تعیین پوری طرح کر دی جائے تاکہ اصل اس طرح متعین ہو جائے کہ گویا وہ سامنے ہے اور اس کی طرف اشارہ کر کے تعیین کر دی گئی ہے۔ اسی لئے تمام اموال میں یہ بیع نہیں چلتی، صرف انہیں چیزوں میں چلتی ہے جو ناپی اور تولی جاسکیں یا انہیں شمار کیا جاسکے اور باہم ان معدودات میں کوئی خاص فرق نہ ہوتا ہو۔ چونکہ اصل مال موجود نہیں ہے اس لئے انہیں صورتوں میں یہ بیع سلم کی جائے جنہیں بعد میں اصل مال خریدار کو دیتے وقت کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو سکے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیع سلم کے جائز ہونے پر اجماع امت ہے اور یہ بیع قسطوں پر سامان خریدنے کے مشابہ ہے۔ بیع سلم میں قیمت نقد ہے جبکہ سامان ادھار، قسطوں پر سامان خریدنے پر سامان نقد اور قیمت ادھار، خواہ ادائیگی ایک مشت میں ہو یا متعدد قسطوں میں۔ جمہور فقہاء و علماء کی چوتھی دلیل ہے کہ ابتداء اسلام سے ہی قسطوں پر سامان خریدنے پر قیمت میں بڑھوتری کا معاملہ مسلمان کرتے چلے آئیں ہیں، اور کسی زمانہ کے فقہاء یا علماء نے اس پر نکیر نہیں کی ہے، تو قسطوں پر سامان خریدنے پر رقم میں بڑھوتری کے باوجود اس کے جواز پر اجماع امت بھی ہو گیا

غرضیکہ امت مسلمہ کی بہت بڑی تعداد، چاروں ائمہ اور ہر مکتب فکر کے مشاہیر علماء نے قسطوں پر سامان خریدنے پر قیمت کے اضافہ ہونے کے باوجود اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور آج بھی تمام مکاتب فکر اس کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔

لہذا ہمیں اس کے جواز میں کوئی شک و شبہ نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی شخص احتیاطاً قسطوں پر سامان خریدنے سے بچنا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اس بات کا خاص اہتمام کیا جائے کہ قسطیں مالک کو ہی ادا ہوں، اور سامان بیچنے والے کی ملکیت میں ہو، تیسری پارٹی کی شمولیت نہ ہو۔

ان دنوں خاص کر ہندو پاک میں ایک اور مسئلہ درپیش آتا ہے کہ گاڑی فروخت کرنے والا مثلاً (گاڑیوں کا شوروم) کسی بینک یا انویسٹمنٹ کمپنی سے معاہدہ کر لیتا ہے جس کی بنیاد پر بینک یا انویسٹمنٹ کمپنی گاڑی خریدنے والے کی طرف سے گاڑی کی مکمل قیمت نقد ادا کر دیتی ہے، مثلاً تین لاکھ روپے، اور گاڑی خریدنے والا گاڑی کی قیمت قسطوں پر بینک یا انویسٹمنٹ کمپنی کو ادا کرتا ہے، مثلاً تین لاکھ اور پچاس ہزار روپے۔ یہ شکل و صورت شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بینک یا انویسٹمنٹ کمپنی سے سود پر قرض لینے کے مترادف ہے، جو قرآن و حدیث کی روشنی میں حرام ہے۔ ہاں اگر بینک یا انویسٹمنٹ کمپنی گاڑیوں کے شوروم سے گاڑی نقد خرید لے اور گاڑی بینک یا انویسٹمنٹ کمپنی کی ملکیت میں آجائے، پھر بینک یا انویسٹمنٹ کمپنی قسطوں پر گاڑی فروخت کرے تو یہ جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنے پر اگر قسطیں براہ راست مالک کو ادا ہو رہی ہیں، بینک وغیرہ کی شمولیت نہیں ہے تو پھر جائز ہے خواہ نقد کے مقابلہ میں قسطوں پر گاڑی یا مکان خریدنے پر قیمت زیادہ ادا کرنی پڑے۔

میدان فقہ کا بے تاج بادشاہ

نوید احمد، لاہور

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اُن خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جن کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے اور ان کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ اُن چھ لوگوں میں سے ایک ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارِ قم میں داخل ہونے سے پہلے ایمان لا چکے تھے، یہ سعادت بھی انہی کو حاصل ہے کہ آپ کا شمار عبادلہ اربعہ میں سے ہیں جن کا قرآن کریم اور حدیث رسول کی خدمات کے حوالے سے ایک خاص مقام ہے یہ وہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کو افتخارِ الصحابہ کے نام سے تاریخ اسلام کے اندر رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا، علم و فضل کی گہرائی اور فقہ پر دسترس کا یہ عالم تھا کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے فقہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک مختصر فہرست بھی بنائی جائے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کسی بھی صورت میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَ مُسْتَنَافِلِي سِتْنٍ مِّنْ قَدَمَاتِ فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تَوْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ أَوْلَا ثَكَّ
أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ كَانُوا أَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَبْرَهَا قُلُوبًا وَأَقْلَهَا تَكَلُّفًا اخْتَارَ هُمُ اللَّهُ
لِصَحْبَةِ نَبِيِّهِ وَلَا قَامَةَ دِينِهِ فَأَعْرَفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبَعُوا عَلَى أَثَرِهِمْ وَتَمَسَّكُوا
بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيرِهِمْ أَوْلَا ثَكَّ كَانُوا عَلَى هَدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴿١﴾

آپ میں سے جو لوگ کسی کی تابعداری کرنا چاہتے ہیں تو وہ اُن لوگوں کی تابعداری کریں جو فوت ہو چکے ہیں (اس لیے کہ زندہ لوگ فتنوں سے محفوظ نہیں

ہوتے ہیں) اور یہ وہ لوگ جو رسول اللہ کے صحابہ تھے یہ لوگ گہرا علم رکھنے والے تھے اُن کے دل صاف تھے اور وہ تکلف کم کرتے تھے اُن کو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے اور اقامت دین کے لیے چُنا تھا، آپ ان لوگوں کی فضیلت کو سمجھ لیں اور ان کے نقش قدم پر چلیں اور جس قدر ہو سکے اُن کی سیرت اور اخلاق کو مضبوطی سے تھام لیں کیونکہ وہ لوگ ہدایت یافتہ، صراطِ مستقیم پر تھے۔

اگر فقہ حنفی کی بات کی جائے تو ان کے لیے بھی ایک اعزاز ہے کہ فقہ حنفی کی تعلیمات اور روایات کا مرجع و منبع جناب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے ان کی علمی خدمات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ کچھ عورتوں کو مسائل پر گفتگو کرتے سنا تو فرمایا: رحمہ اللہ ابن مسعود ملّا الکوفۃ بالعلم۔ ﴿2﴾

اللہ تعالیٰ عبداللہ ابن مسعود پر رحم فرمائے، انہوں نے کوفہ کو علم سے مالا مال کر دیا۔

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت تھی جو ان کے شاگردوں علقمہ اور ابراہیم نخعی کے ذریعے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک پہنچی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں پھیل گئی اور مسلم دنیا کی ایک بہت بڑی تعداد فقہ حنفی سے وابستہ ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی یہ عظیم الشان اور شاہکار فقہی بصیرت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرہونِ منت ہے۔

”آپ کا نام: عبداللہ

کنیت: ابو عبد الرحمن

والد کا نام: مسعود

اور والدہ کا نام ام عبد تھا۔

شجرہ نسب یہ ہے: عبد اللہ بن مسعود بن غل بن حبیب بن شمش بن فار بن مخزوم بن مساہلہ بن کامل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن نہدیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ ﴿3﴾

ایام جاہلیت میں جب آپ رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے تو عموما بھیڑ بکریاں چرا کر گزر بسر کرتے تھے یہ کام کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے اُس وقت اُمراء اور شرفاء کے بچے بھی یہ کام کرتے تھے۔ گویا اُس زمانے میں سادگی، جفاکشی، محنت اور راست بازی کا عملی درس دیا جاتا تھا۔ مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کئی خداؤں کو ماننے والوں کو ایک خدا کو ماننے کی دعوت دی تو اُس وقت وہ ایک کم سن اور قریب البلوغ لڑکے تھے۔ وہ روزانہ مکہ کے ایک رئیس عقبہ ابن معیط کی بکریوں کو لے کر انہیں چرانے کے لیے انسانی آبادی سے دور مکہ کی پہاڑیوں اور وادیوں کی طرف نکل جایا کرتے تھے دلچسپ بات یہ ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بکریاں چرانا اُن کے نور اسلام سے مشرف ہونے کا ذریعہ بنا۔ اپنے ایمان لانے کا واقعہ وہ اپنی زبانی بیان کرتے ہیں۔

ایک روز عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دور فاصلے پر اُدھیڑ عمر کے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جو تکان سے چور اور تھکاوٹ سے نڈھال ہونے کی وجہ سے بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور شدت تشنگی کے مارے ان کے ہونٹ اور حلق سوکھ کر کاٹا ہو رہے تھے۔ وہ دونوں اس کے قریب پہنچ کر رکے۔ اسے سلام کیا اور بولے:

”لڑکے! ہمارے لیے ان بکریوں کا دودھ دوھو! جس سے ہم اپنی پیاس بجھا

سکیں اور اپنی رگوں کو تر کر سکیں۔“ ﴿4﴾

”میں ایسا کرنے سے معذور ہوں۔ میں ان بکریوں کا دودھ آپ کو نہیں پیش کر سکتا کیونکہ یہ میری نہیں ہیں بلکہ میری امانت میں ہیں۔ میں ان کا مالک نہیں، امین ہوں“ ﴿5﴾

لڑکے کا جواب سن کر ان دونوں نے کسی قسم کی ناگواری یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انھوں نے اس جواب کو پسند کیا ہے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی نے کہا: ”اچھا کسی ایسی بکری کی نشاندہی کرو جس نے کبھی بچہ نہ دیا ہو۔“

لڑکے نے اپنے قریب ہی کھڑی ایک چھوٹی سی بکری کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ آدمی اس کے قریب گیا۔ اسے پکڑا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ لڑکے نے حیرت کے ساتھ دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسی بکریاں جو کبھی گاہن نہ ہوئی ہوں، دودھ دینے لگیں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بکری کا تھن پھول کر بڑا ہو گیا اور اس میں تیزی کے ساتھ دودھ بہنے لگا۔ دوسرے آدمی نے زمین پر پڑا ہوا ایک پیالہ نما گہرا سا پتھر اٹھا کر اسے دودھ سے بھر لیا پھر اس دودھ کو ان دونوں نے پیا اور لڑکے کو بھی پلایا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے اس واقعے پر مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔ جب ہم سب لوگ اچھی طرح آسودہ ہو گئے تو اس بابرکت شخص نے بکری کے تھن سے کہا ”سکڑ جا“ اور وہ سکڑتے سکڑتے اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ اس وقت میں نے اس بابرکت شخص سے کہا: ”وہ کلمات جو آپ نے ابھی کہے تھے، ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیجئے۔“ تو اس نے کہا:

أَنْتَ غُلَامٌ، مُعَلَّمٌ ﴿6﴾

”تم ایک سکھائے پڑھائے لڑکے ہو۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کہ یہ لوگ آپ کی قوم اور خاندان کے ہیں ان کو معاف فرما کر نرمی کا معاملہ فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ ان کو شرک سے توبہ کی توفیق عطاء فرمائے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور تنگ کیا ہے آپ ان کی گردنیں اڑادیں۔

پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رائے پیش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ گھنے درختوں والا جنگل تلاش کریں اور ان کو اس میں داخل کر کے آگ لگا دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کی رائے سنی مگر کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور اپنے خیمے میں تشریف لے گئے، لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ اب دیکھیں کس کی رائے پر عمل ہوتا ہے، تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمے سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا نرم فرما دیتے ہیں کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دل کو اتنا سخت کر دیتے ہیں کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔

اور اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) تمہاری مثال حضرت ابراہیم (علیہ السلام)

جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿7﴾

پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے

سو آپ تو کثیر المغفرت، کثیر الرحمة ہیں۔

اور اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے انہوں نے فرمایا تھا: ان تعذبہم فانک عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم ﴿8﴾

اگر تو ان کو سزا دیں تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

اور اے عمر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا: رب لا تذرب الارض من الکافرین دیارا۔ ﴿9﴾ اے رب! زمیں پر منکروں کا ایک بھی گھر بسنے والا نہ چھوڑیے۔

اور اے عمر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا: ربنا اطمس علی اموالہم واشدد علی قلوبہم فلا یومنون حتی یرو العذاب العلیم۔ ﴿10﴾

اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجیے اور ان کے دلوں کو زیادہ سخت کر دیجیے سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کے مستحق ہو کر اس کو دیکھ لیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چونکہ تم ضرورت مند ہو اس وجہ سے قیدیوں میں سے ہر قیدی یا توفدیہ دے گا یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کی تعمیل سے سہل بن بیضا کو مستثنیٰ قرار دیا جائے کیونکہ میں نے ان کو اسلام کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے یہ سن کر آپ

خاموش رہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن جتنا مجھے اپنے اوپر آسمان سے پتھروں کے برسنے کا ڈر لگا اتنا مجھے کبھی نہیں لگا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما ہی دیا کہ سہل بن بیضا کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے: مَا كَانَ لَنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْزَىٰ ﴿١١﴾ سے لے کر دو آیتیں نازل فرمائیں۔

انہوں نے مدرسہ رسول سے علوم قرآن کا درس لیا۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سب سے بڑے قاری اس کے معانی کے سب سے بڑے رمز شناس اور شریعت الہی کے سب سے بڑے نکتہ داں تھے۔ ایک بار جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان عرفات میں وقوف فرما ہوئے تھے ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

”امیر المؤمنین! میں کوفہ سے آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا جو قرآن میں دیکھے بغیر زبانی اس کی املاء کرتا ہے۔“ یہ سن کر انہوں نے خشگیں لہجے میں پوچھا:

”تیرا برا ہو، کون ہے وہ شخص؟“

”عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ)“

اس نے ڈرتے ہوئے کہا:

یہ سن کر بتدریج ان کے غصے کا اثر زائل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی معمول کی حالت پر آگئے۔ پھر انہوں نے فرمایا:

”بخدا میں نہیں جانتا کہ ان سے زیادہ کوئی دوسرا شخص بھی اس کا حق دار ہے۔ اس کے متعلق میں تم سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں:

”ایک رات کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تشریف فرما تھے۔ وہ دونوں حضرات مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ اس مجلس میں میں بھی موجود تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے نکلے۔

ہم لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ کوئی شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ ہم اسے پہچان نہ سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کھڑے ہو کر اس کی قرأت سنتے رہے پھر ہماری طرف مڑتے ہوئے بولے:

من سّٰہ ان یقرأ القرآن رطباً کما نزل فلیقرأہ علی قرأۃ ابن ام عبد۔ ﴿12﴾

”جو شخص قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ابن ام عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت کے مطابق اسے پڑھے۔“

پھر جب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے جاتے: سل تعطہ، سل تعطہ... الحدیث ﴿13﴾

مانگو دیا جائے گا، مانگو دیا جائے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ”پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بخدا میں صبح سویرے ان کے پاس جا کر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی دعا پر آمین کہنا، اس کی خوشخبری سناؤں گا اور جب سویرے ان کو خوشخبری دینے کے ارادے سے ان کے یہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے پہلے ان کو یہ خوشخبری دے چکے ہیں۔“

خدا کی قسم میں نے جب بھی کسی خیر میں ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسابقت کی کوشش کی، ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیشہ مجھے پیچھے چھوڑ دیا۔“
کتاب اللہ کے علم میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اتنا بلند تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں :

”قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، قرآن کریم کی جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اس کے متعلق کوئی شخص مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس کے پاس پہنچنا ممکن ہو تو میں وہاں پہنچ کر اس کے علم سے ضرور استفادہ کروں گا۔“ ﴿14﴾

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے متعلق جو کچھ فرمایا: اس میں ذرہ برابر مبالغہ سے کام نہیں لیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ اپنے ایک سفر کے دوران ایک قافلے سے ملتے ہیں رات اندھیری ہے۔ اس نے پورے قافلے کو تاریکی کے پردے میں چھپا کر کھا ہے۔

اس قافلے میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص سے کہتے ہیں کہ پوچھو: ”آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟“
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”فج عقیق سے۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”اور کہاں کا ارادہ ہے۔“

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”بیت عقیق کا۔“

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اس قافلے میں کوئی صاحب علم ہے اور انہوں نے اپنے آدمی سے کہا پوچھو۔

”قرآن کا کون سا حصہ سب سے عظیم ہے؟“

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ط ﴿15﴾**

”اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے، نہ اسے اونگھ لگتی ہے۔“
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ محکم ہے؟“

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ ﴿16﴾**

”اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔“
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”قرآن کا کون سا ٹکڑا سب سے جامع ہے؟“
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ: **فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ. وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ. ﴿17﴾**

”پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔“
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ خوفناک ہے؟“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: **لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوًّا يُجْزَ بِهِ لَا وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿18﴾**
”انجام کار نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے، نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر

جو بھی برائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پاسکے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: ”قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ امید افزا ہے؟“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ يَغْفِرُ الذَّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿19﴾

”اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو غفور و رحیم ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ان سے پوچھو کہ ”کیا تم میں عبد اللہ بن مسعود ہیں؟“ تو قافلہ والوں نے جواب دیا کہ ”ہاں۔“

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صرف عالم و قاری اور عابد و زاہد ہی نہیں تھے بلکہ وہ بڑے ہمتی، نہایت دور اندیش اور زبردست مجاہد اور میدان کارزار میں پیکر جرأت و شجاعت بھی تھے۔

وہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے مشرکین کے مجمع میں با آواز بلند قرآن پڑھ کر سنایا۔ ایک روز مسلمان (جب وہ قلیل التعداد اور کمزور تھے) مکہ میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے۔ بخدا! ابھی تک قریش نے با آواز بلند کسی سے قرآن نہیں سنا۔

کون ہے جو ان کو سنا دے؟ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ”میں انہیں قرآن سناؤں گا۔“ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ”آپ اس کے لیے مناسب

نہیں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ کام کوئی ایسا شخص انجام دے جس کی پشت پر اس کے قبیلے کی طاقت ہو کہ اگر قریش اس کے ساتھ بری نیت سے پیش آئیں تو اس کا قبیلہ اس کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔“ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ”نہیں یہ کام مجھے ہی کرنے دو۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور ان کے مقابلے میں میری حمایت کرے گا۔“ پھر وہ چاشت کے وقت مسجد حرام میں داخل ہوئے اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت سرداران قریش کعبہ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام ابراہیم علیہ السلام پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے قرآن کی تلاوت شروع کی: اَللّٰهُمَّ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿20﴾

”اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ نہایت مہربان خدا نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔“ وہ کتاب الہی کی آیات پڑھتے چلے گئے۔ آواز سن کر سرداران قریش ان کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے:

”یہ ابن ام عبد کیا پڑھ رہا ہے؟..... ارے اس کا ناس ہو۔ یہ تو اسی پیغام کا کوئی حصہ پڑھ رہا ہے جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔“ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ تیزی سے ان کی طرف لپکے اور ان کے چہرے پر مارنے لگے لیکن انھوں نے تلاوت کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔

وہ برابر پڑھتے رہے اور وہیں جا کر رکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔ پھر وہ لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں آئے۔ اس وقت ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر کہا ”آپ کے متعلق ہم کو اسی بات کا اندیشہ تھا۔“ یہ

سن کر انہوں نے کہا :

”بخدا یہ دشمنانِ خدا آج سے پہلے میری نظر میں اتنے ذلیل و بے وقعت نہ تھے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں کل بھی ان کو اسی طرح قرآن سنا سکتا ہوں۔“ لیکن ساتھیوں نے کہا کہ ”نہیں، بس اتنا کافی ہے۔ تم نے ان کو وہ چیز سنادی جس کا سننا انہیں گوارا نہیں ہے۔“

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ مزاج پرسی کے بعد انہوں نے دریافت کیا۔ ”آپ کو کس چیز کی شکایت ہے؟“

بولے۔ ”اپنے گناہوں کی۔“ پوچھا ”کیا خواہش ہے؟“ بولے ”اپنے رب کی رحمت کی۔“

پوچھا ”کیوں نہ آپ کے وظیفے کی ادائیگی کا حکم جاری کر دوں جس کو لینے سے آپ نے پچھلے کئی سالوں سے انکار کر دیا ہے؟“ بولے ”مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔“ کہنے لگے ”آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔“

بولے ”کیا آپ کو میری بیٹیوں کے متعلق محتاجی کا اندیشہ ہے؟ میں نے انہیں ہر رات سورہ واقعہ پڑھنے کی ہدایت کر دی ہے۔“

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: من قرأ الواقعة کلّ لیلة لم تصبه فاقة ﴿21﴾

جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھ لیا کرے گا وہ فقر و فاقہ سے دوچار نہ ہوگا

ابو الاحوص فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم اور عبد اللہ بن مسعود اپنے چند

احباب کے ساتھ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھے، حضرت عبد اللہ چلنے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان سے زیادہ کوئی شخص قرآن کا عالم ہے، ابو موسیٰ نے کہا کیوں نہیں یہ اس وقت بارگاہ رسول میں حاضر رہتے تھے جب کہ ہم لوگ غائب ہوتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو فرمایا کرتے تھے کہ میں عبد اللہ بن مسعود کو اس دب سے بہت دوست رکھتا ہوں، جس دن رسول خدا نے فرمایا کہ چار آدمیوں سے قرآن حاصل کرو اور سب سے پہلے ابن ام عبد کانام لیا۔ ﴿22﴾

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا، میں آپ کو قرآن سناؤ حالانکہ قرآن خود آپ پر نازل ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے قرآن سنوں، چنانچہ میں نے قرآن کی سورۃ نساء پڑھنی شروع کر دی جب میں آیت نمبر 41 پر پہنچا:

فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا
تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس کرو ﴿23﴾

رازدان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا اعزاز بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آیا۔ جب آپ بکریوں کی گلہ بانی سے نکل کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منتقل ہوئے تو آپ ہر وقت سفر میں، حضر میں، گھر کے اندر اور گھر سے باہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرنے کی سعادت، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تو آپ پر دے کا انتظام کرنے کی سعادت، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جانے کا ارادہ کرتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے پہنانے کی سعادت، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے تو وہ جو توں کو پاؤں مبارک سے نکالنے کی سعادت۔

وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عصا اور مسواک کی حفاظت کرنے کی سعادت اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمرے میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو وہ اس سے پہلے اس میں داخل ہونے کی سعادت آپ کا خاصہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے قرب و تعلق کا یہ حال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہر وقت اپنے گھر آنے اور اپنے تمام رازوں سے واقف رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اسی وجہ سے وہ ”رازدان رسول صلی اللہ علیہ وسلم“ کہے جاتے تھے۔

یہ عظیم اور سعادت مند صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اس وقت ان کی زبان مبارک اللہ کے ذکر اور اس کی آیات بینات سے تر تھی۔ ﴿24﴾ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

حوالہ جات:

1. مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة
2. محمد اویس سرور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوتھے
3. ابن الاثیر، علامہ۔ اسد الغابہ، تذکرہ عبداللہ بن مسعود
4. عبدالرحمان رافت پاشا، علامہ، زندگیاں صحابہ کی

5. خالد محمد خالد، رجال حول الرسول
6. خالد محمد خالد، رجال حول الرسول
7. القرآن، ابراہیم:
8. القرآن، المائدہ:
9. القرآن، نوح:
10. القرآن، یونس:
11. القرآن، انفال:
12. مسلم، الامام، الجامع الصحیح، باب فی فضائل عبد اللہ بن مسعود
13. احمد بن حنبل، مسند احمد
14. عبد الرحمان رافت پاشا، علامہ، زندگیاں صحابہ کی
15. القرآن، البقرہ
16. القرآن، النحل:
17. القرآن، الزلزال:
18. القرآن، النساء:
19. القرآن، الزمر:
20. القرآن، الرحمن:
21. مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة
22. مسلم، الامام، الجامع الصحیح، باب فی فضائل عبد اللہ بن مسعود
23. بخاری، الامام، ابو عبد اللہ، الجامع الصحیح، البدایہ والنہایہ
24. خالد محمد خالد، رجال حول الرسول

سیرتِ نبوی کی معنویت

مولانا عبید الکبیر

تاریخ کے اتاہ سمندر میں جہاں ہر طرف تاریکی ہے ظلمت ہے وحشت بربریت اور خوف کی لہریں گاہ بگاہ اٹھتی نظر آتی ہیں، ابن آدم کا سفینہ حیات شیطنت کے طوفان بلاخیز میں ہچکولے کھاتا دکھائی دیتا ہے انسان اپنے ہی ابنائے جنس کی زیادتیوں کا شکار ہے۔ کہیں فرعونیت اپنی رعایا کے جنازوں پر اپنے تخت شاہی کے پائے نصب کر رہی ہے تو کہیں نمرودیت انسان کی سب سے بڑی امانت توحید کی آواز کو دبانے کے لئے آگ کا دریا جاری کرتی ہے۔ کہیں نوحؑ کی نبوت فاسق و فاجر عوام کی نگاہ تمسخر کا نشانہ بنتی ہے تو کہیں اجالوں کے دشمن ابن مریمؑ کے لئے تختہ دار کا نسخہ تجویز کرتے ہیں۔ صفحہ دہر پر ان سیاہ کاریوں کے ساتھ ساتھ انقلابات عالم کی جزوی تاریخیں بھی ملتی ہیں جو مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر مختلف لوگوں کے ذریعہ رونما ہوئیں مگر ان تمام مراحل میں سرورِ دو عالم ﷺ کی بعثت کا واقعہ بلاشبہ انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ انقلاب آفریں واقعہ ہے۔

انسانی دنیا تاریخ کے دوراے پر کھڑی تھی، عرب میں ایک طرف جہالت تاریکی بد امنی اور قتل غارت گری کا دور دورہ تھا تو دوسری طرف عجم کے فرماں روا اپنی بادشاہت اور تہذیب و تمدن کی آڑ میں عوام الناس کا استحصال کر کے اپنے جذبہ جہاگیری کو تسکین دے رہے تھے۔ انسانیت کا ضمیر بند گئی نفس کے پنجے میں سسک رہا تھا قوتور کمزور کو اپنا غلام سمجھتا تھا اور کمزور محکومی کی حدوں سے گزر کر زور آوروں کی بندگی پہ مجبور ہو چکے تھے۔ عدل و انصاف اور اخلاقی اقدار کا جنازہ نکل چکا تھا لوگوں

کے پاس آسمانی ہدایت کا کوئی قابل لحاظ نسخہ اپنی اصل شکل میں محفوظ نہیں تھا جو اس بحرانی کیفیت کا مداوا کر پاتا۔ اہل کتاب کے احبار و رہبان کی کاروباری ذہنیت کے نتیجہ میں وحی ربانی کا وہ چشمہ صافی بھی گدلا ہو چکا تھا جو ایسی مشکل گھڑی میں ان تشنہ لبوں کی سیرابی کا سامان کر سکتا۔ کل ملا کر انسانی دنیا ایسے اندھیرے میں بھٹک رہی تھی جہاں روشنی کا کوئی گزرنہ تھا۔ تاریخ کے اس دور کو دور جہالت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

لیل و نہار کی یہ گردشیں اس امر کی متقاضی تھیں کہ دنیا کے منظر نامہ پر ایک تاریخی انقلاب کا ظہور ہو۔ تاریخ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ جب جب انسانی دنیا اس قسم کے بحرانی حالات سے دوچار ہوئی ہے تو اس کا رخ خانہ قدرت کے صانع حکیم نے تمدن کے گہوارہ کی حیثیت رکھنے والے مقامات پر ایسے افراد کو منصب نیابت پر مامور کیا جنہوں نے اپنی فوق العادت شخصیتوں کے ذریعہ اس ربع مسکون پر بسنے والے لوگوں کی رہبری کا فریضہ انجام دیا۔

چھٹی صدی عیسوی میں یہ حیثیت مکہ کو حاصل تھی جہاں عرب جیسی جفاکش بلند حوصلہ اور اولوالعزم قوم آباد تھی۔ عرب قوم کی شناخت گرد و نواح میں بعض خصوصیات کی بنا پر مسلم تھی۔ اس میں قیادت کی اہلیت اور جوہر دونوں چیزیں موجود تھیں اس میں حوصلہ اور عزم کا ٹھٹھیں مارتا سمندر موجزن تھا۔ اس کے اندر انقلاب آفرینی کی بھرپور صلاحیت موجود تھی۔ ایسے وقت میں عرب کے سب سے معزز اور مشہور قبیلہ قریش میں دنیا کے سب سے بڑے انسان کو اللہ تعالیٰ نے وجود بخشا جو آگے چل کر جہالت و ضلالت کی تاریک رات میں آفتاب رسالت بن کر ابھرا اور بہت قلیل مدت میں اس کی جلوہ سامانی سے تمام شرق و غرب منور ہو گئے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا واقعہ بلاشبہ انسانی تاریخ کا ایک ناقابل

فراموش باب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد نے صفحہ ہستی پر جو انمٹ نقوش ثبت کئے ہیں وہ آج بھی اپنی الگ شناخت رکھتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف بارہا کیا گیا اور رہتی دنیا تک کیا جاتا رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کے اعتراف کا دائرہ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے بلکہ اس میدان میں متعدد غیر مسلم شخصیتوں نے طبع آزمائی کی ہے۔

مشہور مصنف تھامس کارلائل نے اپنی کتاب ہیر و اینڈ ہیر و ورشپ میں کمالات محمدی کا اعتراف کیا ہے۔ امریکہ سے تعلق رکھنے والے تاریخ داں اور ماہر فلکیات ڈاکٹر مائکل ہارٹ نے اپنی مایہ ناز تصنیف 'تاریخ کی سوانہائی متاثر کن شخصیات' میں آپ ﷺ کو سرفہرست تسلیم کیا ہے۔ اسلامی دنیا کے بے شمار اہل قلم حضرات نے سیرت کے سدا بہار گلشن سے گل چینی کر کے پورے عالم کو معطر کر دیا ہے بایں ہمہ اس موضوع کی تازگی آج بھی برقرار ہے اور ذوقِ سلیم رکھنے والوں کو اپنی طرف مائل کر رہی ہے۔

دنیا میں بڑے لوگ بہت ہوئے ہیں مگر جو جامعیت آپ کو حاصل ہے اس کی کوئی دوسری مثال پیش کرنے سے دنیا کی تاریخ عاجز ہے۔ آپ ﷺ کی دعوتی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو بجائے خود ہمارے لیے ایک نمونہ عمل نہ ہو قرآن کا بیان ہے (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ)۔ مکہ کے شرک زدہ معاشرہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تحریک برپا کی اس وقت جاہلیت کا پرانا ڈیشن دنیا میں چل رہا تھا اس میں تاریکی کی وجہ سے صلاح و فلاح کا سفر دشوار تھا مگر بجائے خود انسان کی بینائی اتنی متاثر نہیں تھی آج جاہلیت کا جدید ایڈیشن رائج ہے اس میں طلعت و تابش کی بہتات نے انسانی نگاہوں کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا ہے اور انسانی

نگاہ کا دائرہ مادہ پرستی کی محدود دنیا میں سمٹ کر رہ گیا ہے جس کے نتیجہ میں ساری انسانیت گوں ناگو مسائل سے نبرد آزما ہے۔

قرونِ مظلمہ کے بعد دورِ جدید میں سائنس کے انکشافات اور ٹیکنالوجی کی دریافتوں کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوئی، مشرق و مغرب شمال و جنوب ہر طرف جدیدیت کا جو غلغہ بلند ہوا اس نے بلاشبہ ایک بڑی آبادی کو کچھ مادی سہولتیں فراہم کی ہیں مگر یہ حقیقت اب دھیرے دھیرے بہت صاف ہوتی جا رہی ہے کہ اس انقلاب کے نتائج آب و گل سے پیدا ہونے والی مخلوق کو اس نہ آسکے بلکہ یہ اس کے حق میں بہت مہلک ثابت ہو رہے ہیں۔

انسان جب ان نئی دریافتوں سے نا آشنا تھا اس وقت مسائل کا وہ لامتناہی سلسلہ بھی انسان کے سامنے نہ تھا۔ ہمارے عہد کے نامور فلسفی شاعر اور عظیم مفکر علامہ اقبالؒ نے مغربی دنیا اور وہاں کے کئی ایک مفکرین کی شخصیتوں کا مطالعہ کر کے جو تاثر پیش کیا ہے اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جن لوگوں کو سراپا ناز خیال کیا جاتا ہے وہ کس طرح زندگی کے میدان میں مجبورِ نیاز ہیں اس سلسلہ میں خود علامہ کا یہ اعتراف بہت وقیع ہے، 'خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانشِ فرنگ، سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف۔'

یہ اور اس قسم کے واقعات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیرتِ نبوی کی اہمیت موجودہ دور میں مزید بڑھ گئی ہے۔ اس وقت دنیا میں نوعِ انسانی کی بیش بہا چیزیں جان، مال، اور عزت محفوظ نہیں ہیں قتل جنسی زیادتی لوٹ مار اور بد امنی کے واقعات ایک وبا کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں دنیا میں جتنی بھی بے اعتدالیاں آج موجود ہیں ان کے پیچھے ان چیزوں کا کہیں نہ کہیں ہاتھ ضرور ہے۔ آپ ﷺ کی

تعلیمات کا خلاصہ اور نچوڑ انہی چیزوں کی حفاظت اور نشوونما ہے۔ پچھلی کئی صدیوں میں مختلف ممالک میں اصلاح اور نشاۃ ثانیہ کے عنوان سے جو تحریکیں جنم لیتی رہی ہیں وہ انسانیت کی اجتماعی ترقی کے باب میں ناکام ثابت ہوئیں فرانس، روس جرمنی اور دیگر مقامات پر جو لوگ بھی کسی نظریہ کو لے کر اٹھے وہ سب کے سب تاریخ کا معمول ثابت ہوئے۔ ہمارے سامنے سیرت کا مینارہ نور موجود ہے جس کی روشنی انسانی زندگی کے گوشہ گوشہ پر یکساں حاوی ہے۔ آپ کی سیرت کا امتیازی پہلو جس میں کوئی آپ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا کاملیت، جامعیت اور تاریخت ہے اور اسی بنا پر آپ کو ترجیح حاصل ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی دوسری شخصیت ایسی نہیں پائی جاتی جو اس کڑے معیار پر کھرا ترے۔ یہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے جو احوال و ظروف کے تغیر سے متاثر ہوئے بغیر ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لئے یکساں مفید اور موزوں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے شب و روز کے حرکات و سکنات، گفتار کردار اخلاق غرض سبھی معمولات، آج بھی مستند حوالوں کے ساتھ محفوظ ہیں جو زندگی کے تمام مراحل میں انسان کے جملہ مسائل کا احاطہ کرتے ہیں اور ان کا معقول حل پیش کرتے ہیں۔

مختصراً! محمد ﷺ اور آپ کی سیرت عالم انسانیت کیلئے پروردگار کا نوشتہ محبت ہے۔ دنیا کو جب بھی انصاف و مساوات پر مبنی ایک معتدل سماج کی تشکیل کا ارادہ ہو تو شجاعت عدالت اور محبت کے اسی سبق کو دہرانا ہو گا۔ لاشک کہ آج اس سبق کو دہرانے کی شدید ضرورت ہے۔ کیونکہ آدم زاد کی حیرت ناک دریافتوں اور انکشافات کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی ماننے پہ مجبور ہیں کہ انسانیت عالم نزع میں پہنچ چکی ہے اور اسے اب حیات صرف اسی ذات کے صدقہ میں مل سکتی ہے۔

”کارگزاریاں“

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعت عقائد اسلامیہ اور مسائل اہل السنۃ والجماعت کی اشاعت و تحفظ کے لیے دنیا بھر میں مسلسل مصروف عمل ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام میں عقیدہ و عمل کے بارے شعور بیدار ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں ادارہ کو بہت زیادہ پیغامات بذریعہ ای میل، واٹس ایپ، میسجز موصول ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم مستقل عنوان ”کارگزاریاں“ سے آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر آپ بھی اپنی کارگزاری بھیجنا چاہتے ہوں تو ہم سے رابطہ کریں۔

ای میل: mag@ahnafmedia.com

واٹس ایپ + میسجز: +923062251253

لئیق احمد قاسمی، انڈیا سے:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے کہ حضرت والا (متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ) بعافیت ہوں گے۔ بندہ لئیق احمد قاسمی بارہ بنکوی یوپی انڈیا سے۔ حضرت والا کی ایک ویڈیو موصول ہوئی جس میں تحذیر الناس کے متعلق مفصل بیان کا ذکر ہے جو کہ 15 روزہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں کیا گیا تھا۔

احقر جہاں جہاں گیا اس کو لے کر خوب کاپی کروایا الحمد للہ آج بھی احقر باہر نکلتا ہے تو اسے جیب میں رکھ کر چلتا ہے۔ جس کا فائدہ حضرت یہ ہوا کہ خناس غیر مقلد یہاں اب حضرت والا کا نام سنتے ہیں تو بھاگ جاتے ہیں۔

خود بندہ کے خاندان کے 39 افراد مع مستورات ایسے ہیں جو ان بیانات سے بحمد اللہ مقلد ہوئے۔ حضرت یہاں نامعلوم کتنے ہیں جو ہر وقت حضرت والا کے

لیے دعا گو ہیں خود میری بھانجی روز حضرت والا کی رہائی والی نظم سن کر والدہ سے پوچھتی ہے اماں گھمن داد اکب انہیں گے؟ جواب ملتا ہے دعا کیجیے اللہ تعالیٰ لائیں گے۔

یہ حال بچوں کا ہے بڑوں کا حضرت خود محسوس کر سکتے ہیں کیا حال ہو گا۔ بہر حال اس حقیر کی بھی شاگردی کی تمنا ہے۔ حضرت ایک بار ہندوستان بھی تشریف لے آئیں۔ بہت نوازش ہو گی۔

خصوصی دعاؤں کا طالب

لینق احمد

محمد انیس بن مفتی نذیر احمد قاسمی، انڈیا سے:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

محشی مشفق و مکرمی حضرت متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ!

امید ہے کہ مزاج گرامی بخوب ہوں گے۔ آپ کا افریقہ کے ممالک کا سفر کے بارے میں اطلاع ملی۔ اللہ وہ سفر کامیاب فرمائے۔ کچھ دن قبل احقر نے ایک گمراہ شخص جاوید احمد غامدی کے حوالے سے کچھ درخواست کی تھی۔ صرف یاد دہانی کے لئے وہ دوبارہ پیش خدمت ہے۔

پچھلے تقریباً 5 سال قبل کشمیر و ہند میں کچھ گئے چنے لوگ جاوید غامدی کے گمراہ فکر کے حامی بن گئے اور آہستہ آہستہ اس میں تیزی آنا شروع ہو گئی کہ اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات بھی اس فتنے کا شکار ہو گئے۔ اور وہ غامدی کے دفاع میں اپنی تقریر و تحریر کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں... کہتے ہیں کہ:

اس نے فلسفہ میں M.A ایم اے کی ڈگری کی ہے... وہ اسلام کی حقانیت

لوگوں تک پہنچانے کا کام بہترین طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ اس کی طرف علماء غلط

باتیں منسوب کرتے ہیں جن کا وہ قائل نہیں..... وغیرہ وغیرہ۔
اس لئے ادبا گذارش ہے.. کہ اس پر مختصر و جامع تحقیقی بیانات کی ویڈیو بنا کر ارسال فرمائیں۔ اگر احناف میڈیا کی واٹس ایپ کے ذریعے بھیج دیں تو اور زیادہ پھیلاؤ کی امید ہے۔

حضرت قبلہ والد صاحب مفتی نذیر احمد قاسمی زید مجاہد آج کل فقہ اکیڈمی کے اجلاس میں بحیثیت رکن شرکت کرنے کے لئے گئے ہیں ان کی طرف سے بہت بہت سلام عرض ہے اور اخیر میں احقر کے لئے بھی آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

فقط والسلام

محمد انیس ابن مفتی نذیر احمد قاسمی

سید طیب بخاری، جموں کشمیر سے:

میں نے ملحدین اور مبتدعین کے متعلق جتنے مسئلے سیکھے اور ان سے جرات سے بات کر سکتا ہوں الحمد للہ یہ سب آپ کے بیانات اور کتابوں سے حاصل کیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرماوے اور آپ کی عمر میں علم میں عمل میں تقویٰ میں عزت میں برکت عطا فرمائے۔

مجھے آپ سے بہت محبت ہے اسی لیے آپ کو لکھتا رہتا ہوں مجھے معاف کرتے رہنا مجھے علماء دیوبند سے بہت محبت ہے مگر چند شخصیات ایسی ہیں جن سے مجھے بہت ہی محبت ہے ان میں سے ایک شخصیت آپ بھی ہیں کبھی اور بھی بتاؤں گا۔

والسلام علیکم

غلام علمائے دیوبند احقر سید طیب بخاری

عربی خطبہ جمعہ مقامی زبان میں... علمی و تحقیقی تجزیہ

غیر عربی زبان اور فقہاء کا موقف:

جہاں تک مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا تعلق ہے وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان میں جمعہ کا خطبہ جائز ہی نہیں اور اگر عربی زبان میں خطبہ پر قدرت ہوتے ہوئے غیر عربی میں خطبہ دیا گیا تو وہ صحیح نہ ہو گا اور نہ ہی جمعہ صحیح ہو گا بلکہ مالکیہ کا کہنا تو یہ ہے کہ اگر مجمع میں کوئی بھی شخص عربی خطبہ پر قادر نہ ہو تو جمعہ ساقط ہو جائے گا اور اس کی بجائے ظہر پڑھنا ہوگی۔ تینوں مذاہب کی کتب سے کچھ اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں۔

مالکیہ کا موقف:

علامہ علیش مالکی رحمۃ اللہ علیہ شرح منہاج الجلیل ج 1 ص 260 میں لکھتے ہیں:

اور دو خطبے بھی جمعہ کی نماز سے پہلے جمعہ کی صحت کے لیے شرط ہیں۔ اور دونوں کا عربی زبان میں ہونا اور ان کا بلند آواز سے ادا کرنا بھی ضروری ہے خواہ مجمع عجمیوں پر مشتمل ہو جو کہ عربی زبان نہ جانتے ہوں یا مجمع بہرے افراد پر مشتمل ہو چنانچہ اگر مجمع میں کوئی شخص بھی ایسا نہ ہو جو جمعہ کے دونوں خطبے عربی زبان میں دیے سکے تو ایسے لوگوں پر جمعہ واجب ہی نہیں اسی طرح اگر مجمع میں سب لوگ گونگے ہوں تب بھی جمعہ واجب نہیں لہذا دو خطبوں پر قدرت کا ہونا جمعہ کے واجب ہونے کی شرائط میں سے ہے۔

مشہور مالکی عالم علامہ دسوقی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ الدسوقی علی شرح الکبیر ج

1 ص 378 میں لکھتے ہیں:

خطبہ کا عربی زبان میں ہونا بھی شرط ہے خواہ مجمع ایسے عجمی لوگوں کا ہو جو عربی نہیں جانتے چنانچہ اگر ان میں کوئی شخص ایسا نہ ہو جو عربی زبان میں خطبہ دے سکے تو ان پر جمعہ واجب ہی نہ ہو گا۔

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ مالکیہ کے ہاں خطبہ جمعہ کا ہر حال میں عربی زبان میں ہونا ضروری ہے اگر عربی پر قدرت نہ ہو تب بھی مقامی زبان میں خطبہ جمعہ جائز نہیں بلکہ وہ لوگ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھیں گے۔

حنابلہ کا موقف:

حنابلہ کی مشہور کتاب کشف القناع میں لکھا ہے: عربی زبان پر قدرت کے باوجود کسی اور زبان میں خطبہ دینا صحیح نہیں ہے جیسا کہ نماز میں قرات کسی اور زبان میں درست نہیں البتہ اگر عربی زبان پر قدرت نہ ہو تو غیر عربی میں خطبہ صحیح ہو جاتا ہے یہی موقف دوسری حنابلہ کی کتب میں بھی موجود ہے۔

شافعیہ کا موقف:

علامہ شروانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ حواشی الشروانی علی تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج "ج 2 ص 45 میں لکھتے ہیں:

خطبہ کے ارکان کا عربی زبان میں ہونا شرط ہے تاکہ اسلاف کی اتباع ہو ہاں البتہ اگر مجمع میں کوئی بھی شخص صحیح طرح عربی میں خطبہ نہ دے سکتا ہو اور وقت کی تنگی کی وجہ سے پہلے عربی خطبہ سیکھنا ممکن بھی نہ ہو تو مجمع کا کوئی شخص بھی اپنی زبان میں خطبہ دے سکتا ہے اور اگر سیکھنا ممکن ہو تو سب پر سیکھنا واجب ہے حتیٰ کہ اگر اتنا

وقت گزر گیا جس میں کوئی ایک آدمی خطبہ سیکھ سکتا تھا اور کسی نے بھی نہ سیکھا تو سب گناہگار ہوئے اور ان کا جمعہ صحیح نہ ہو گا بلکہ ظہر کی نماز پڑھیں گے شوافع کا یہی موقف انکی دوسری کتب میں بھی موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاثہ کے موقف میں عربی خطبہ پر قدرت کے ہوتے ہوئے کسی دوسری زبان میں خطبہ دینا نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ ایسا خطبہ معتبر بھی نہیں اور اس کے بعد پڑھا ہوا جمعہ بھی صحیح نہ ہو گا البتہ شافعیہ اور حنابلہ یہ کہتے ہیں کہ اگر مجمع میں کوئی شخص عربی زبان میں خطبہ دینے پر قادر نہ ہو اور سیکھنے کا بھی وقت نہ ہو تو کسی اور زبان میں دیا ہوا خطبہ جمعہ کی شرط کو پورا کر دیے گا اور اس کے بعد جمعہ پڑھنا جائز ہو گا۔

نوٹ: یہ بھی یاد رہیے کہ فقہاء کرام کے موقف کی وضاحت کے ضمن میں جو عبارات ذکر کی گئی ہیں وہ شیخ الاسلام حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی دامت فیہم کے فقہی مقالات ج 3 سے ماخوذ ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کی وضاحت:

مقامی زبان میں خطبہ جمعہ کے ترجمہ کے قائل حضرات بسا اوقات حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے موقف سے استدلال شروع کر دیتے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مقامی زبان میں خطبہ جمعہ جائز ہے تو آپ حضرات اس کو ناجائز کہہ کر خود امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کرتے ہیں؟

یہ استدلال بھی درحقیقت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے ورنہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اس مسئلہ میں ان حضرات سے کہیں مختلف ہے۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی؛ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں لیکن یہاں یہ بات یاد رکھنی بھی ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر عربی زبان میں خطبہ جمعہ کے درست ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس سے خطبے کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے اور وہ خطبہ اس لحاظ سے شرعاً معتبر ہوتا ہے کہ صحت جمعہ کی شرط پوری ہو جائے اور اس کے بعد جمعہ کی نماز درست ہو جائے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر عربی زبان میں جمعہ کا خطبہ دینا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نماز اور اس کے متعلقات میں جن جن اذکار کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ غیر عربی زبان میں ادا کرنا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز ہے چنانچہ جہاں جہاں ان اذکار کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے غیر عربی میں صحیح اور معتبر قرار دیا گیا ہے وہاں مکروہ تحریمی ہونے کی صراحت بھی کی گئی ہے۔

(فقہی مقالات ج 3 ص 124-125)

پھر مقامی زبان میں خطبہ جمعہ کے قائل حضرات کے ممدوح علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

لہذا خطبہ جمعہ کے بارے میں بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ غیر عربی زبان میں خطبہ دینا مکروہ تحریمی یعنی ناجائز ہے لہذا لوگوں کو اس سے منع کیا جائے گا لیکن اگر کسی نے اس مکروہ تحریمی کا ارتکاب کر لیا تو کراہت کے باوجود صحت جمعہ کی شرط پوری ہو جائے گی اور اس کے بعد ادا کیا ہو اجماع صحیح ہو جائے گا چنانچہ حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ ”اکام النفاذ“ میں تحریر فرماتے ہیں:

اس مسئلے کے بارے میں مجھ سے بار بار سوال ہوا کہ غیر عربی میں خطبہ جمعہ جائز ہے کہ نہیں؟ تو میں نے جواب دیا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں بعض عزیزوں نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ خطبے کا مقصد حاضرین کو سمجھانا اور سامعین کو تعلیم دینا ہے اور عجمی ملکوں میں اگر عربی میں خطبہ دیا جائے تو اکثر حاضرین کے اعتبار سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا لہذا ان ملکوں میں عجمی زبان کا خطبہ مطلقاً بغیر کراہت کے جائز ہونا چاہیے؟ تو میں نے کہا: کہ کراہت سنت کی مخالفت کی وجہ سے ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے ہمیشہ عربی زبان ہی میں خطبہ دیا۔۔۔ خلاصہ یہ کہ قرون ثلاثہ میں بھی عجمی لوگوں کو سمجھانے کے لئے غیر عربی میں خطبہ دینے کی حاجت موجود تھی اس کے باوجود کسی سے مروی نہیں ہے کہ اس زمانہ میں کسی عجمی زبان میں خطبہ دیا گیا ہو اور یہ کراہت کی بہت بڑی دلیل ہے اور اس زمانہ میں غیر عربی میں خطبہ نہ دینے کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس کی حاجت نہ ہو یا یہ کہ کوئی رکاوٹ پائی جاتی ہو یا یہ کہ اس کی طرف کسی کا خیال نہ گیا ہو یا یہ کہ لوگوں نے سستی کا مظاہرہ کیا ہو یا یہ کہ ایسا کرنا مکروہ اور غیر مشروع ہو پہلے دو احتمال اس لئے نہیں ہو سکتے کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس زمانہ میں بھی غیر عربی زبان میں خطبہ کی حاجت موجود تھی اور کوئی مانع بھی ایسا موجود نہیں تھا جو اس بات میں رکاوٹ ڈالے کیونکہ وہ لوگ عجمی زبانوں پر قادر تھے اسی طرح تیسرا اور چوتھا احتمال بھی ممکن نہیں کیونکہ شرعی امور میں یہ بات بعید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور تابعین کو کسی دینی ضرورت کا خیال نہ آئے یا وہ اس میں سستی کریں یہ گمان تو عام علماء سے بھی نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ ان حضرات سے؟ اور جب یہ سب احتمالات ہو گئے تو ان حضرات کے غیر عربی میں

خطبہ نہ دینے کی کوئی وجہ سوائے کراہت کے باقی نہ رہی اگر تم یہ اعتراض کرو کہ اگر غیر عربی میں خطبہ مکروہ ہے تو امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول "بجز" جائز ہے کا کیا مطلب ہوگا؟ میرا جواب یہ ہے کہ جائز ہونا ایک بات ہے اور بلا کراہت جائز ہے دوسری بات ہے ان میں سے ایک بات کے ثبوت سے دوسری بات لازم نہیں آتی۔

اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ خطبہ میں دو پہلو ہیں ایک پہلو یہ ہے کہ وہ نماز جمعہ کے لیے شرط ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ فی نفسہ عبادت ہے ان دونوں پہلوں کے اوصاف الگ الگ ہیں لہذا جب فقہاء حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ فارسی میں خطبہ جائز ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے خطبے سے نماز جمعہ کی شرط پوری ہو جاتی ہے اور اس کے بعد نماز جمعہ صحیح ہو جاتی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے پہلو کے اعتبار سے یہ عمل بدعت اور مکروہ ہونے سے بھی خالی ہو۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کی اس عبارت میں مسئلے کے تمام پہلوں کو خوب اچھی طرح روشن کر دیا ہے اور اسد سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے غیر عربی خطبہ کو جو معتبر مانا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس سے نماز جمعہ کی شرط پوری ہو جاتی ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا کرنا اور اس کو معمول بنانا جائز ہے۔

(فقہی مقالات ج 3 ص 127-130)

اب تک منقولہ عبارات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ قرآن و سنت صحابہ کرام کا طرز اور فقہاء کے فتاویٰ سب غیر عربی مہں خطبہ جمعہ کو ناجائز بتلاتے ہیں لہذا اس کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(.....جاری ہے)

لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسکلی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

❖ 4 فروری بروز جمعرات ماہانہ تین روزہ تحقیق المسائل کورس منعقد ہوا۔ جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہوئے۔

❖ 4 فروری بروز جمعرات کو مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں ماہانہ اصلاحی و خانقاہی اجتماع ہوا۔ جس میں استاذ العلماء مولانا ارشاد احمد شیخ الحدیث دارالعلوم عید گاہ کبیر والا، صاحبزادہ مولانا عتیق الرحمان عزیز اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن نے بیان کیا بعد ازاں مجلس ذکر بھی کرائی جس میں چاروں سلاسل میں کثیر افراد کو بیعت بھی فرمایا۔ اس موقع پر حضرت مولانا محمد الیاس گھمن نے بعض خوش نصیب افراد کو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

❖ جمعیت علماء اسلام (س) کے مرکزی نائب امیر صاحبزادہ مولانا حامد الحق حقانی، سید محمد یوسف شاہ اور مولانا عبدالرؤف فاروقی مرکز اہل السنۃ میں تشریف لائے اور مرکز کے شعبہ جات کا وزٹ کیا۔ بعد ازاں متکلم اسلام اور دیگر عملہ مرکز کے ساتھ کافی بات چیت کی۔ انہوں نے کہا کہ اکابر کے منہج اور مسلک دونوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلنا بہت ضروری ہے۔

❖ 14 فروری کو حضرت متکلم اسلام تبلیغی و مسکلی دورہ کے لیے کینیا، سوازی لینڈ اور موزمبیق تشریف لے گئے۔ سفر نامہ آئندہ شمارے میں ان شاء اللہ

ماہنامہ فقیہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
ڈاکٹر تحسین اللہ	پشاور	03339217613
مولانا محمد نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
مولانا محمد شہباز	کبیر والا	03066310082
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مولانا محمد قاسم	ملتان	03007408019
مولانا عمر خطاب	انک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	فیصل آباد	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
محمد رئیس	ٹانک	03319143483
مولانا محمد دلاور	ادوکارہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
عبد الوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
ذوالقرنین حیدر	ڈیرہ اسماعیل خان	03343682508

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808